العَطايَا النعِيمِيَّة فِي الفَتاوى النُّوْرِيَّة

اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
FEBRUARY 2025
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 368
Regd. # MC-1177

فتاویٰ عطائے اہل سنّت

(حصّہ سوم)

مُصنّف
شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
(شیخ الحدیث جامعۃ النور و رئیس دار الإفتاء النور)

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

العَطايَا النعِيميَّة فِي الفَتاوی النُّوْرِية

فتاوی عطائے اہل سنت

(حصہ سوم)

مُصنّف

شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مد ظلہ

(شیخ الحدیث جامعۃ النور ورئیس دار الإفتاء النور)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	:	العَطایَا النعِیمیَّة فِي الفَتاوی النُّوْرِیة
		فتاویٰ عطائے اہل سنت (حصہ سوم)
سن اشاعت	:	شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ / فروری 2025ء
ناشر	:	جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
		نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی
		فون: 021-32439799
خوشخبری	:	یہ رسالہ www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرست

پیش لفظ .... - 5 -
ازالۂ نجاست کے ساتھ بدبو دُور کرنے کا حکم .... - 11 -
پچھلے مقام سے کوئی چیز نکلے تو وُضو کا حکم .... - 12 -
بحالتِ حیض و نفاس عورت سے نفع اُٹھانے کا حکم .... - 14 -
مذی کے قطرے نکلنے کا حکم .... - 15 -
وضوٹوٹنے کے شک کا حکم .... - 18 -
عشاء و وِتر اور تراویح میں مختلف امام ہونا کیسا؟ .... - 23 -
جس کی قدرتی طور پر مکمل داڑھی نہ نکلی ہو اُسے امام بنانا کیسا؟ .... - 25 -
نمازِ عید کی زائد تکبیریں رکوع میں کہنے کی صُورت میں تسبیحات پڑھنے کا حکم ..... - 28 -
تراویح میں دوسرا قعدہ بھولنے کی صُورت میں مختلف احکام .... - 31 -
نماز میں دورانِ تلاوت بلند آواز سے رونے کا حکم .... - 36 -
ہیٹر کے سامنے نماز کا حکم .... - 38 -
دورانِ اذان سحری کرنے سے متعلق حدیث کی وضاحت .... - 40 -
حالتِ روزہ میں زنا کرنے پر حکم .... - 49 -
روزے میں عطر لگانے اور پھول سونگھنے کا حکم .... - 51 -
صاحبِ نصاب کو دورانِ سال جو مال ملے اُس پر زکوٰۃ کا حکم .... - 53 -
درمیانِ سال نصاب کم ہونے پر زکوٰۃ کا حکم .... - 55 -
زکوٰۃ وغیرہ احکامِ شرع قمری مہینوں پر مبنی ہیں .... - 58 -
شوّال میں نکاح کرنے کا استحباب .... - 59 -
بیوی کی نسبت تین بار طلاق بھیج رہا ہوں لکھنے کا حکم .... - 62 -

بیوی کی نسبت تین بار طلاق دیتاہوں کہنے کا حکم .... - 63 -
حالتِ حمل میں بیوی کو طلاق کا حکم .... - 65 -
بیوی کو سال کے افضل دن طلاق کہنے کا حکم .... - 68 -
مطلقہ غیر حاملہ کی عدّت .... - 72 -
عدّتِ وفات میں نفقہ کا حکم .... - 74 -
حاملہ جانور کی قربانی کرنا کیسا؟ .... - 76 -
جانور کا سینگ آدھے سے زائد ٹوٹ جانے پر قربانی کا حکم .... - 77 -
حلال جانور کے حرام اجزاء .... - 81 -
سموسہ نہ کھانے کی قسم کھا کر سموسہ ملی چاٹ کھانے کا حکم .... - 85 -
بینک سے ملنے والے نفع کا حکم .... - 91 -
سودی حساب کتاب لکھنے کا حکم .... - 94 -
مالِ شراکت سے حاصل شدہ نفع کی تقسیم .... - 97 -
شارک مچھلی کا حکم .... - 102 -
بیوہ اور اولاد کے درمیان تقسیمِ ترکہ .... - 106 -
بھائیوں، بہنوں اور ایک بیٹی میں تقسیمِ ترکہ .... - 108 -
بیوہ، پانچ بیٹوں اور تین بیٹیوں کے درمیان تقسیمِ ترکہ .... - 110 -
نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دوسری شادی کن سے فرمائی ہے؟ .... - 112 -
کیا شلوار سے پہلے قمیص پہننا سنت ہے؟ .... - 116 -
خطبہ میں خلیفہ اوّل کے والد کا نام ذکر نہ کرنے کی وجہ .... - 117 -
مدرّس کے لئے سلام کے جواب کا حکم .... - 120 -
ماخذ و مراجع .... - 122 -

پیش لفظ

نحمدہ و نصلّی و نسلّم علی رسولِہ الکریم ﷺ

اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے: وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۠ [1]

ترجمہ: اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

مذکورہ آیت کے تحت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قبائل عرب میں سے ہر ہر قبیلہ سے جماعتیں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوتیں اور وہ حضور سے دین کے مسائل سیکھتے اور تَفَقُّہ حاصل کرتے اور اپنے لئے احکام دریافت کرتے اور اپنی قوم کے لئے، حضور انہیں اللہ اور رسول کی فرماں برداری کا حکم دیتے اور نماز زکوۃ وغیرہ کی تعلیم کے لئے انہیں ان کی قوم پر مامور فرماتے، جب وہ لوگ اپنی قوم میں پہنچتے تو اعلان کر دیتے کہ جو اسلام لائے وہ ہم میں سے ہے اور لوگوں کو خدا کا خوف دلاتے اور دین کی مخالفت سے ڈراتے یہاں تک کہ

---

[1] التوبۃ: ۹/ ۱۲۲

لوگ اپنے والدین کو چھوڑ دیتے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دین کے تمام ضروری علوم تعلیم فرمادیتے۔

ہمارا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی کے لئے مسلسل علمِ دین حاصل کرتے رہیں اور بارگاہِ خداوندی میں علمِ نافع کے طلبگار رہیں مگر گمراہیت اور لایعنی مشغولیات کے اس غالب دور میں اس نیک مقصد کا حُصول نہایت مشکل ہوجاتا ہے اور جب ایک عالم یا مفتی خود اپنے علم و فن میں پختہ نہیں ہو گا، تو عوام کی اصلاح ورہنمائی کا سامان کیسے ہو سکے گا لہٰذا اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل سے مندرجہ ذیل چند نکات پر عمل پیرا ہو کر حُصولِ علمِ فقہ میں کسی حد تک کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

کوشش کرنا: علمِ فقہ میں مہارت حاصل کرنے کے لئے محنت لازمی امر ہے کہ آدمی عادتاً اپنی محنت ہی کا ثمرہ پاتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیO(1)

ترجمہ: اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔ (ترجمہ کنزالایمان)

مواظبت: علمِ فقہ کے حصول میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ اس پر ہمیشگی ہو اور تسلسل کے ساتھ محنت کی جائے، کیونکہ جب تک تسلسل نہیں ہو گا، تب

(1) النجم: ۳۹/ ۵۳

تک کامیابی نہیں ہو گی لہذا علمِ فقہ کے حصول میں ہمیشگی اپنانی چاہیے، اگرچہ تھوڑا علم ہو۔

چنانچہ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ أَحَبَّ الأَعْمَالِ إِلَى اللهِ مَا دَامَ وَإِنْ قَلَّ. ❶

یعنی: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے، جو ہمیشگی کے ساتھ ہو، اگرچہ تھوڑا ہو۔

وقت کا بہترین استعمال: بہترین چیز کو بہترین وقت میں بہترین انداز میں کرنا، یہ وقت کا بہترین استعمال ہے خصوصاً علمِ فقہ کے حصول کے لئے وقت کا بہترین استعمال یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ کن دنوں میں کیا مطالعہ کرنا ہے اور کس طرح مطالعہ کرنا ہے۔ انسان کو فراغت نصیب ہو جانا یہ بہت بڑی نعمت ہے، اس کی قدر کرنی چاہئے اور کثیر لوگ اس نعمت کی قدر نہیں کرتے اور دھوکہ کھاجاتے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالفَرَاغُ" ❷

---

❶ صحيح البخاری، كتاب اللباس، باب الجلوس على الحصير و نحوه، برقم:٥٨٦١، ٤/٥٧

❷ صحيح البخاری، كتاب الرقاق، باب ما جاء فی الرقاق و أن لا عيش الا عيش الآخرة، رقم:٤/ ١٨٩

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: صحت اور فراغت ایسی نعمتیں ہیں، جن سے کثیر لوگ دھوکا کھاتے ہیں۔

طویل مشقت کے لئے ذہنی طور پر تیار رہنا: علمِ فقہ کے حصول میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ طویل مشقت کے لئے خود کو تیار رکھا جائے اور گھبرایا نہ جائے، کیونکہ ناکامی کے اسباب میں سے ایک سبب "طویل مشقت" سے گھبرانا بھی ہے۔ اگر مقصد بڑا ہو تو پھر طویل مشقت سے کبھی نہ گھبرائیں، کبھی بھی بڑی چیز کم وقت میں حاصل نہیں ہوتی۔ جو چیز آسانی سے ملتی ہے وہ آسانی سے چلی بھی جاتی ہے۔ اگر ایک سو صفحے کی کتاب ۱۵ منٹ میں مطالعہ کی جائے تو اگلے ۳۰ منٹ میں وہ عمومی طور پر ذہن سے نکل بھی جاتی ہے اور جب اس کتاب کے مطالعے پر گھنٹے لگائے جائیں تو عمومی طور پر مہینوں تک یہ کتاب ذہن میں یاد رہتی ہے۔

افادہ اور استفادہ دونوں کو جاری رکھنا: علمِ فقہ میں ترقی و کامیابی کے لئے ایک ضروری امر یہ بھی ہے کہ افادہ اور استفادہ جاری رکھا جائے اور صرف کتابوں سے علم حاصل نہ کئے جائیں بلکہ اہل علم سے بھی استفادہ ضرور کیا جائے کیونکہ بعض دفعہ کسی صاحبِ علم کی دو منٹ کی گفتگو ہمارے لئے ہزار صفحے کی کتاب پڑھنا بھاری ہوتی ہے۔

پیرِ طریقت، فقیہ العصر، شیخ الحدیث مفتی محمد احمد نعیمی مدظلہ العالی کے ممتاز شاگرد شیخ الحدیث جامعۃ النور، سربراہ دارالافتاء النور ہمارے استاد ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی زِید علمہٗ و شرفہٗ تیس سال سے زائد عرصے سے مسندِ افتاء پر متمکن ہیں۔ آپ

عظیم عالم و مفتی ہیں۔ آپ کے فتاویٰ عوام وخواص میں بے حد مقبول ہیں۔ علماء آپ کے فتاویٰ کو ترجیحی نظر سے دیکھتے ہیں، خصوصاً حج و عمرہ کی بابت آپ کے تحریر شُدہ فتاویٰ علماء کرام کے مابین سند کی حیثیت رکھتے ہیں جس کے ہنوز اکیس حصے شائع ہوچکے ہیں۔ آپ ایک مستند مفتی ہی نہیں بلکہ مفتی گر ہیں۔ پچیس سال سے زائد عرصے سے آپ جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) سے منسلک ہیں۔ آپ نے یہاں رہ کر جہاں جامعۃ النّور میں درسِ حدیث خصوصاً صحیح البخاری کا درس دیا اور وہیں بانی واراکین جمعیت اشاعت اہلسنّت کی خواہش و مشورے سے "دارالافتاء النّور" کی بنیاد رکھی جہاں آپ ایک عرصے تک تنہا فتویٰ نویسی فرماتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ علماء کرام کو فتویٰ نویسی کی تربیت بھی دیتے رہے، پھر "تخصص فی الفقہ" کی کلاسز کا آغاز کروایا جس میں چند اسباق خود بھی پڑھاتے رہے۔ ساتھ ہی ساتھ متخصصین کی تربیت کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور ایک عرصے کی تدریب کے بعد کچھ کو اجازتِ افتاء کی سند جاری فرمائی جنہیں آپ نے سندِ اجازتِ اِفتاء جاری فرمائی اُن میں سے مندرجہ ذیل مفتیانِ کرام آج بھی فتویٰ نویسی سے منسلک ہیں۔

(۱) مفتی فرحان صاحب (۲) مفتی جنید صاحب (۳) مفتی شہزاد صاحب (۴) مفتی مہتاب صاحب (۵) مفتی راجا کاشف صاحب (۶) مفتی ابو ثوبان کاشف صاحب (۷) مفتی محمد قاسم صاحب (انڈیا) (۸) مفتی محمد جلال الدین صاحب (۹) مفتی عمران مدنی صاحب (۱۰) مفتی عرفان مدنی صاحب (۱۱) مفتی عبد اللہ فہیمی

صاحب (۱۲) شیخ الحدیث مفتی شکیل صاحب (۱۳) مفتی عبدالرحمن صاحب (۱۴) مفتی سجاد صاحب (۱۵) مفتی عبید رضا صاحب (۱۶) مفتی آصف صاحب۔

اور یہ مفتیانِ کرام اپنے اُستاد کے منہج پر فتویٰ تحریر کرتے ہیں باوجود اس کے کہ انہیں آپ نے فتویٰ نویسی کی اجازت دی ہے مگر یہ اپنے فتاویٰ تصدیق کے لئے آج بھی اپنے استادِ محترم کو پیش کرتے ہیں اور دیگر متعدد متخصصین بھی آپ کی زیرِ سرپرستی فتاویٰ تحریر کرتے ہیں۔ ایک عرصہ تک مفتی صاحب قبلہ کے فتاویٰ کا مجموعہ سوائے "فتاویٰ حج وعمرہ" کے شائع نہ ہوا مگر کچھ ماہ قبل بانی جمعیت اشاعت اہلسنّت اور اراکین دارالافتاء النّور خصوصاً مفتی جنید صاحب، مفتی شہزاد صاحب اور علّامہ خرم صاحب کی خواہش اور کوشش سے آپ کے فتاویٰ میں سے ایک حصہ "فتاویٰ عطائے اہلسنّت (حصہ اول و دوم)" شائع ہوا اور اب الحمد للہ تیسرا حصہ شائع ہو رہا ہے اور ان شاء اللہ اس کے بعد بھی کئی حصے شائع ہوں گے۔ اللہ کریم استادِ محترم قبلہ مفتی صاحب کو سعادتِ دارین عطا فرمائے اور اُن کا سایہ ہم پر تادیر قائم و دائم فرمائے۔ آمین

محمد طارق العطاری النعیمی

مُتَخَصِّص و مدرب، دارالافتاء النّور

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)، کراچی

ازالۂ نجاست کے ساتھ بدبو دُور کرنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیا استنجاء میں صرف نجاست کو زائل کرنا ضروری ہے یا اُس نجاست کی بدبو بھی دور کرنا ضروری ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں ازالۂ نجاست کے ساتھ اُس کی بدبو دور کرنا بھی ضروری ہے۔

چنانچہ علّامہ علی بن عبد اللہ طوری حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ [1] اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ [2] لکھتے ہیں: یُشترطُ فِی الإستنجاء إزَالة الرّائحةِ عَنْ مَوضعِ الإستِنجاءِ والإصْبع الّتی استَنجی بِها إلّا إذَا عَجزَ-[واللفظ للأوّل]

یعنی، استنجاء میں استنجاء کی جگہ اور جس انگلی کے ساتھ استنجاء کیا ہو، اُس سے بدبو زائل کرنا ضروری ہے مگر جبکہ وہ اِس سے عاجز ہو۔

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اگر نجاست دور ہو گئی مگر اس کا کچھ اثر رنگ یا بُو باقی ہے، تو اُسے بھی زائل کرنا لازم ہے ہاں اگر اِس کا اثر بدقّت جائے، تو اثر دور کرنے کی ضرورت نہیں تین مرتبہ دھولیا

---

[1] ذخیرۃ النّاظر فی الأشباہ والنّظائر، کتاب الطہارۃ، باب الأنجاس، ص ٦٠

[2] الدّر المختار شرح تنویر الأبصار، کتاب الطّہارۃ، باب الأنجاس، فصل الإستنجاء، ص ٥٠

پاک ہو گیا، صابون یا کھٹائی یا گرم پانی سے دھونے کی حاجت نہیں۔ ❶

اور اکثر لوگ اِس مسئلے سے ناواقف ہیں۔

چنانچہ علّامہ طوری حنفی ❷ اور علّامہ علاؤالدین حصکفی ❸ لکھتے ہیں: والنَّاسُ عَنهُ غَافِلُون.

یعنی، اور لوگ اِس سے غافل ہیں۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

پچھلے مقام سے کوئی چیز نکلے تو وضو کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کے پچھلے مقام سے کیڑے نکلیں تو کیا اُس کا وضو ٹوٹ جائے گا؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں وضو ٹوٹ جائے گا۔

چنانچہ علّامہ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ "الھدایۃ" کی تخریج میں "غرائب مالک" کے حوالے سے ایک حدیث نقل فرماتے ہیں: سُئِلَ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْحَدَثُ؟ فَقَالَ: مَا يَخْرُجُ مِنْ السَّبِيلَيْنِ. ❹

---

❶ بہارِ شریعت، نجاستوں کا بیان، ۱/۲/۳۹۷

❷ ذخیرۃ النّاظر فی الأشباہ والنّظائر، کتاب الطھارۃ، باب الأنجاس، ص ۶۰

❸ الدّر المختار شرح تنویر الأبصار، کتاب الطھارۃ، باب الأنجاس، فصل الإستنجاء، ص ۵۰

❹ نصب الرّایۃ، کتاب الطھارات، فصل فی نواقض الوضوء، ۱/ ۸۳

یعنی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کس چیز سے وضوٹوٹتا ہے تو آپ علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: جو دوراستوں سے نکلے۔

اور علامہ زیلعی ❶ اور علامہ شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ ❷ نقل فرماتے ہیں: عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ إِلَّا مَا خَرَجَ مِنْ قُبُلٍ أَوْ دُبُرٍ.

یعنی، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اگلے اور پچھلے مقام سے جو بھی نکلے وہ وضوتوڑدیتا ہے۔

اِسی لئے فقہائے کرام نے لکھا کہ پچھلے مقام سے کیڑے نکلنے کے سبب وضوٹوٹ جائے گا۔

چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی ۱۸۹ھ ❸ اور امام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ ❹ لکھتے ہیں: دَابّة خَرجتْ مِن الدّبرِ نَقضتْ- ملخّصًا [واللفظ للأوّل]

یعنی، پیچھے کے مقام سے کیڑا نکلے تو وضوتوڑدے گا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۳/ ذو الحجة الحرام، ۱۴۲۲ھ ۱۶۔/ فروری، ۲۰۰۲م JIA-208

---

❶ نصب الرّاية، كتاب الطهارات، فصل في نواقض الوضوء، ۱/ ۸۳

❷ المقاصد الحسنة، الباب الأول: حرف الواو، برقم: ۱۲۶۵، ۱/ ۷۰۵

❸ الجامع الصّغير، كتاب الصّلاة، باب ما ينقض الوضوء إلخ، ص ۶۲

❹ بداية المبتدی، كتاب الطهارات، فصل في نواقض الوضوء، ۱/۱۹

بحالتِ حیض ونفاس عورت سے نفع اُٹھانے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ کیا حیض ونفاس کی حالت میں بیوی کی ناف اور گھٹنوں سے نفع اُٹھا سکتے ہیں؟

(سائل: محمد عمر قادری، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں اِن اعضاء سے نفع اُٹھا سکتے ہیں۔

چنانچہ علّامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ ❶ اور علّامہ سیّد احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ ❷ لکھتے ہیں: يَجوزُ الِاستمتاعُ بِالسّرة وَما فَوقَها وَبالرّكبَة وَما تَحتَها والمُحرّم الِاستمتاعُ بِما بَينَهُما.

یعنی، بیوی کی ناف اور اُس کے اوپر کے حصّے اور گھٹنے اور اُس کے نیچے کے حصے سے نفع اُٹھانا جائز ہے اور ان دونوں کے مابین حصے سے نفع اُٹھانا حرام ہے۔

اور علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: يَجُوز الاستمتَاع بالسّرّةِ ومَا فوقهَا وَالرّكبةِ ومَا تحتَها ولَو بلَا حَائلٍ. ❸

---

❶ البحر الرّائق شرح كنز الدقائق، كتاب الطهارة، باب الحيض، تحت قوله: وقربان ما تحت الأزار، ١/ ٣٤٥

❷ حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، تحت قوله: يعني ما بين سرة و ركبة، ١/ ١٤٩

❸ ردّ المحتار على الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب: لو أفتى مفت بشيء ... إلخ، تحت قوله: يعني ما بين سرة و ركبة، ١/ ٥٣٤

یعنی، ناف اور اُس کے اوپر کے حصے اور گھٹنے اور اُس کے نیچے کے حصے سے نفع اُٹھانا جائز ہے اگرچہ بلا حائل ہو۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

۱۲/ ربیع الثانی،۱٤۲۲ھ.۵/ جولائی،۲۰۰۱م JIA-88

مذی کے قطرے نکلنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر مباشرتِ فاحشہ سے عضوِ تناسل سے چند قطرے مذی کے آجائیں تو اِس سے کیا غسل فرض ہو جاتا ہے؟ (سائل: نعیم احمد شیخ قادری، شہداد پور، سانگھڑ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں غسل فرض نہیں ہوتا، البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اب چاہے یہ قطرے مباشرتِ فاحشہ کی وجہ سے خارج ہوں یا کسی اور وجہ سے۔

حدیث شریف میں یہی آیا ہے کہ مذی سے وُضو ٹوٹتا ہے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ اپنی سند کے ساتھ امیر المؤمنین حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: کنتُ رجلًا مذّاءً فأمرتُ المقدادَ أن یسأل النّبيّ صلی الله علیه وسلم فسألهُ فقال: «فِیهِ الوُضُوءُ»[1]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من استحیا فأمر غیره بالسؤال، برقم: ۱۳۲، ۱/ ٤۳

یعنی، میں ایسا شخص تھا جس کو مذی بہت آتی تھی، تو میں نے مقداد سے کہا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کریں، اُنہوں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا: "اِس میں وضو کرنا ہے"۔

اِس حدیث شریف کے تحت علّامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: فِيه دلِيلٌ على أنّ المَذي لَا يُوجب الغُسل بل يُوجب الوضوءَ فإنّه نجسٌ ولهذَا يجب مِنه غَسل الذّكر. (1)

یعنی، اِس میں دلیل ہے کہ مذی غسل واجب نہیں کرتی بلکہ وضو واجب کرتی ہے؛ کیونکہ یہ نجس ہے اور اسی وجہ سے ذَکر (شرمگاہ) کو دھونا واجب ہے۔

اور امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: كنتُ رجلًا مذّاء وكنت أستَحيي أن أسألَ النّبيّ صلى الله عليه وسلم لمكانِ ابنته فأمرتُ المقداد بنَ الأسودِ فسأله فقالَ: «يَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ» (2)

یعنی، میں بہت مذی والا شخص تھا اور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے میں بھی شرماتا تھا آپ کی صاحبزادی (کے میرے نکاح میں ہونے) کی وجہ سے،

---

(1) عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من استحيا فأمر غيره بالسؤال، تحت قوله: بيان استنباط الأحكام، ۳۰۵/۲

(2) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب المذی، برقم: ۲۴۷/۱،۳۰۳

تو میں نے مقداد بن اسود سے کہا، اُنہوں نے حضور سے پوچھاتو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ”شرمگاہ دھولیں اور وضو کرلیں“۔

اِس حدیث شریف کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں: شہوت کے وقت جو پتلا لیس دار پانی نکلتا ہے وہ مذی ہے۔ پیشاب کے بعد جو سفید قطرہ آجاتا ہے وہ وَدی کہلاتا ہے۔ اِن دونوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے نہ کہ غسل۔ اِس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بزرگوں سے حیا وغیرت کرنا کمالِ ایمان کی دولت ہے، ہاں حیا کی وجہ سے مسئلہ ہی نہ پوچھنا، بے علم رہنا گناہ ہے۔ علی مرتضیٰ نے مسئلہ بھی معلوم کرلیا اور حیاء بھی قائم رکھی۔ (1)

اور امام محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ (2) اور اُن کے حوالے سے علامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ (3) لکھتے ہیں: أجمعَ العلماءُ أنّه لا يجب الغُسل بخروج المذْي والوَدي.

یعنی، اِس پر عُلماء کا اجماع ہے کہ مذی اور وَدی کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔

اور علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: لا

---

(1) مراۃ المناجیح، پاکی کی کتاب، وضو واجب کرنے والی چیزوں کا باب، پہلی فصل، ۱/۲۴۷

(2) كتاب المجموع شرح المهذّب، كتاب الطهارة، باب ما يوجب الغسل، ۱۱۳/۲

(3) البحر الرائق شرح كنزالدقائق، كتاب الطهارة، تحت قوله: لا مذى وودى...إلخ، ۱۱۵/۱

یفرضُ الغسلُ عند خروجِ مذيٍّ. ❶

یعنی، مذی کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا ہے۔

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: پاخانہ، پیشاب، وَدِی، مَذِی، مَنی، کیڑا، پتھری مرد یا عورت کے آگے یا پیچھے سے نکلیں وُضو جاتا رہے گا۔ ❷

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ۲۶/ شوال المکرم، ۱۴۲۶ھ-۲۵/ نومبر، ۲۰۰۵م JIA-690

وضو ٹوٹنے کے شک کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ میں ایک نماز میں دس دس مرتبہ وضو کرتا ہوں، مجھے اپنے اوپر یقین نہیں آتا کہ میرا وضو ٹوٹا ہے یا نہیں میں اِن وسوسوں میں بار بار وضو کرتا رہتا ہوں، مجھے اپنے اوپر شک ہی رہتا ہے کہ وضو ٹوٹ گیا ہے۔ آپ مجھے بتائیے کہ میں کیا کروں؟

(سائل: از جے۔ ون 387/ کے ایریا کورنگی نمبر 5، کراچی نمبر 31)

باسمہ تعالیٰ وتقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں جب آپ ایک مرتبہ وضو کرلیں، تو جب تک وضو ٹوٹنے کا یقین نہ ہو، وَسوسوں کی وجہ سے ہرگز وضو نہ کریں کہ مَحض شک وشبہ سے وضو نہیں ٹوٹتا اور ایسی صُورت میں احتیاطاً وضو کرلینا

---

❶ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الطھارۃ، مطلب: فی تحریر الصاع والمدّ والرّطل، تحت قولہ: لا عند مذی، ۱/۳۳۵

❷ بہارِ شریعت، طہارت کا بیان، وضو کا بیان، ۱/۲/۳۰۳

احتیاط نہیں بلکہ شیطان مردود کی اطاعت ہے جس کی ممانعت وارد ہے۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ. ❶

ترجمہ: شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ (کنز الایمان)

یعنی، اُس کے وساوس وشبہات میں نہ آؤ۔ ❷

اور شک سے وضو نہ ٹوٹنے پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ اُنہیں نماز کے درمیان وضو ٹوٹنے کا شک لاحق رہتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: «لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا، أَوْ يَجِدَ رِيحًا» ❸

یعنی، اُس وقت تک نماز نہ توڑو، جب تک کہ تم آواز نہ سُن لو یا تمہیں بدبو محسوس نہ ہو جائے۔

اور امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي بَطْنِهِ شَيْئًا، فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ أَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ أَمْ لَا، فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا» ❹

---

❶ البقرۃ: ۲/ ۲۰۸

❷ خزائن العرفان، ص۵۸

❸ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب الدلیل علی أنه من تیقن الطهارۃ إلخ، برقم: ۲۷۶/۱،۳۶۱

❹ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب الدلیل علی أنه من تیقن الطهارۃ إلخ، برقم: ۲۷۶/۱،۳۶۲

یعنی، جب تم میں سے کوئی شخص اپنے پیٹ میں کچھ محسوس کرے اور اُسے شک ہو جائے کہ اُس کے پیٹ میں سے کچھ نکلا ہے یا نہیں تو اُس وقت تک مسجد سے باہر نہ جائے جب تک کہ ریح کی آواز نہ سُن لے یا بدبو نہ پائے۔

اور علامہ یحیٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں: هٰذا الحديث أصلٌ من أصُول الإسلام وقاعدةٌ عظيمةٌ من قواعد الفِقه وهي أنَّ الأشياء يُحكم ببقائِها على أصولها حتى يُتيقّن خلافُ ذلك ولا يضرُّ الشّكُّ الطّارئُ عليها، فمِن ذلك مَسألة الباب الّتي ورد فيها الحديثُ، وهي أنّ من تيقّن الطّهارة وشكّ في الحَدَث حُكِم ببقائه على الطّهارة، ولا فرقَ بين حُصول هذا الشّكِّ في نفس الصّلاة وحصولِه خارجَ الصّلاة. (1)

یعنی، یہ حدیث اسلام کے اُصول میں سے ایک اصل ہے اور فقہ کے قاعدوں میں سے ایک قاعدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اشیاء کو اُن کی اَصل پر باقی رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے حتی کہ اُس کے خلاف یقین حاصل ہو جائے اور اُس پر طاری ہونے والا شک نقصان نہیں دے گا، اِس باب کے مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے جو حدیث میں وارد ہوا کہ جس کو طہارت کا یقین ہو اور حدث میں شک ہو تو اُس

---

(1) المنهاج شرح الصحيح المسلم، كتاب الحيض، باب الدّليل على أنّ من تيقن الطهارة...إلخ، تحت قوله: حَتّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا، ٢/ ٤/ ٤٣

کی طہارت باقی رہنے کا حکم دیا جائے گا اور اس میں کچھ فرق نہیں کہ یہ شک نماز میں ہو یا خارجِ نماز۔

اور مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص مسجد میں جماعت سے نماز پڑھ رہا ہے کہ اس کے پیٹ میں گڑگڑاہٹ ہوئی لیکن بو محسوس نہ ہوئی، ہوا کے نکلنے کا یقین نہ ہوا، یونہی شبہ سا ہو گیا تو شبہ کا اعتبار نہ کرو، وہ باوضو ہے، نماز پڑھے جائے۔ آواز سننے سے مراد ہے نکلنے کا یقین۔ اِس سے معلوم ہوا کہ یقینی وضو، مشکوک حدث سے نہیں جاتا، ہمیں یقین ہے کہ ظہر کے وقت ہم نے وضو کیا تھا مگر ٹوٹنے کا صرف شبہ ہے یقینی نہیں تو ہمارا وضو باقی ہے۔ (1)

اِسی سے عُلمائے کرام نے یہ قاعدہ وضع کیا ہے کہ "شک سے یقین زائل نہیں ہوتا"۔

چنانچہ امام ابو الحسن عبید اللہ بن حسین کرخی حنفی متوفی ۳۴۰ھ (2)، امام ابو بکر احمد بن علی بغدادی متوفی ۴۶۳ھ (3) اور علامہ زیدن الدین بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ (4) لکھتے ہیں: الیقینُ لا یَزول بالشّکّ۔ [واللفظ للأخیرین]

یعنی، یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا۔

اور اسی لئے فقہائے احناف نے لکھا ہے کہ شک سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

---

(1) مراٰۃ المناجیح، پاکی کی کتاب، وضو واجب کرنے والی چیزوں کا باب، پہلی فصل، ۲۳۹/۱
(2) أصول الکرخی مع شرحہ للنسفی، القاعدۃ الأولیٰ، ص ۹۳
(3) الفقیہ و المتفقّہ، باب الکلام فی استصحاب الحال، ۵۲۷/۱
(4) الأشباہ و النظائر، القاعدۃ الثالثۃ، ص ۵٦

چنانچہ امام ابو یعقوب یوسف بن علی جرجانی حنفی متوفی بعد سنہ ۵۲۲ھ (1)، علّامہ نجم الدین ابو حفص عمر نسفی حنفی متوفی ۵۳۷ھ (2)، علّامہ سراج الدین علی بن عثمان حنفی متوفی ۵۶۹ھ (3) اور علّامہ علاءالدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ (4) لکھتے ہیں: من أيقنَ بالطّهارة وشكّ فی الحدَثِ فهو على طهارةٍ ومن أيقَن الحدثَ وشكّ فی الطّهارة فهو على الحدثِ.

یعنی، جس کو طہارت کا یقین ہو اور حدث میں شک ہو تو وہ طہارت پر ہے اور جس کو حدث کا یقین ہو اور طہارت میں شک ہو تو وہ حدث پر ہے۔

اور امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ (5) لکھتے ہیں: ہمارے امامِ اعظم کے شاگردِ جلیل سیّدنا عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں: إذا شكّ فی الحدَث فإنّه لا يجبُ عليه الوضوءُ حتّى يَستيقِن استيقانًا بقدر أن يحلّف عليه. علّقه عنه التّرمذی (6) فی باب الوُضوء مِن الرّيح.

یعنی یقین ایسا درکار ہے جس پر قسم کھا سکے کہ ضرور حدث ہوا اور جب قسم کھاتے ہچکچائے تو معلوم ہوا کہ معلوم نہیں مشکوک ہے اور شک کا اعتبار نہیں کہ

---

(1) خزانة الأكمل، كتاب الصّلاة، ۱/ ۳۵
(2) شرح أصول الكرخی مع شرحه للنسفی، القاعدة الأولىٰ، ص۹۳
(3) الفتاوى السّراجية، كتاب الطهارة، ص۳
(4) الدّر المختار، كتاب الطّهارة، ص۲۵
(5) فتاویٰ رضویہ، کتاب الطہارۃ، ۱/ب/۱۰۴۹
(6) سُنن التّرمذی، أبواب الطّهارة، باب ماجاء فی الوضوء من الريح، ۱/ ٦٤

طہارت پر یقین تھا اور یقین شک سے نہیں جاتا۔ "ترمذی" نے باب الوضوء من الریح میں اِسے ابن مبارک سے تعلیقاً روایت کیا ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: جو باوُضو تھا اب اُسے شک ہے کہ وُضو ہے یا ٹوٹ گیا تو وُضو کرنے کی اُسے ضرورت نہیں ہاں کر لینا بہتر ہے جب کہ یہ شُبہہ بطورِ وسوسہ نہ ہوا کرتا ہو اور اگر وسوسہ ہے تو اُسے ہرگز نہ مانے، اِس صورت میں اِحتیاط سمجھ کر وُضو کرنا اِحتیاط نہیں بلکہ شیطانِ لعین کی اطاعت ہے۔ (1)

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٦/ شعبان، ١٤٢٥ھ-١٠/ جنوری، ٢٠٠٥م　　　　JIA-659

عشاء ووِتر اور تراویح میں مختلف امام ہونا کیسا؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ رمضان شریف میں اکثر مساجد میں دیکھا گیا ہے کہ عشاء اور وتر کی امامت ایک شخص کرتا ہے اور نمازِ تراویح کی امامت دُوسرا شخص کرتا ہے، کیا ایسا کرنا، جائز ہے؟

(سائل: محمد عاصم، بی ایریا ملیر کالونی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں مذکور عمل جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشاء کے فرض ووِتر کی امامت فرماتے تھے اور حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

(1) بہار شریعت، وضو کا بیان، ۱/ ۲/ ۳۱۱

تراویح کی امامت فرماتے تھے۔

چنانچہ علّامہ ابو بکر بن علی حدّادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں: وكانَ عمرُ رضيَ اللهُ عَنه يَؤمّهمْ فِي الفَريضةِ والوترِ وكانَ أُبَيّ بنُ كعبٍ رَضي اللهُ عنهُ يؤمّهمْ فِي التّراويحِ. ❶

یعنی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرض ووِتر میں اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراویح میں امامت فرمایا کرتے تھے۔

اور ایک مقام پر علّامہ حدّادی ❷ اور علّامہ عبد الرحیم آمدی حنفی ❸ لکھتے ہیں: فإذاجازت التراويح بإمامين على هذا الوجه جازأن يصلى الفريضة أحدهماويصلى التراويح الآخرفقدكان عمرُرضى الله عنه يؤمّهم الفريضة والوتروكان أبىّ رضى الله عنه يؤمّهم فى التراويح. (واللّفظ للثانى)

یعنی، جب کہ تراویح، دواماموں کے ساتھ جائز ہے، تو یہ بھی جائز ہے کہ فرض نماز ایک امام پڑھائے اور تراویح دوسرا پڑھائے، حضرت عُمر رضی اللہ عنہ فرض اور وتر نماز پڑھاتے تھے اور حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ تراویح

---

❶ الجوهرة النيّرةشرح القدورى، كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان، تحت قوله: و يجلس بين كلّ ترويحتين... إلخ، ١/ ٢٤٦

❷ السراج الوهّاج شرح القدورى، كتاب الصّلاة، باب قيام شهر رمضان، ق ١٠٠/ ألف، مخطوط مصوّر

❸ المهمّ الضرورى شرح مختصر القدورى، كتاب الصّلاة، باب قيام شهر رمضان، تحت قوله: فى كلّ ترويحة تسليمتان، ٢١٧/ ب، مخطوط مصوّر

پڑھاتے تھے۔

اور علامہ حدادی کے حوالے سے، شیخ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت ❶ نے لکھا ہے: جازَ أن يُصلّي الفَريضةَ أحدُهمَا ويُصلّيَ التّراويحَ الآخَر وقَد كانَ عمرُ رضِي اللهُ تعَالى عَنه يَؤمّهمْ فِي الفَريضةِ وَالوِتر وكانَ أبيٌّ يؤمّهمْ فِي التّراويحِ،كذَا فِي "السّراجِ الوَهّاجِ" ❷.

یعنی، دو میں سے کسی ایک کا فرض پڑھانا اور دوسرے کا تراویح پڑھانا جائز ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرض و وتر کی امامت کرتے تھے اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراویح کی جیسا کہ "سراج الوھاج" میں ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۱۹، رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ. ۱۶، دسمبر ۲۰۰۰م jia:22

جس کی قدرتی طور پر مکمل داڑھی نہ نکلی ہو اُسے امام بنانا کیسا؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ زید جس کی عمر بیس سال یا اِس سے کچھ زائد ہو گئی ہے لیکن اُس کی داڑھی کے ایک دو بال ہی نکلے ہیں، تو زید کو پنجگانہ نماز کے لئے امام بنایا جاسکتا ہے یا نہیں۔ بیّنوا و تؤجروا عند اللہ (سائل: محمد سلیمان، ملیر، کراچی)

---

❶ الفتاوی الهندیة، کتاب الصلاة، الباب التاسع فی النّوافل، فصل فی التراویح، ۱/ ۱۱۶
❷ السراج الوهّاج، کتاب الصلاة، باب قیام شهرِ رمضان، ق ۱۰۰/ الف، مخطوط مصوّر

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں زید کو نمازِ پنجگانہ وغیرہ کیلئے امام بنایا جاسکتا ہے، جبکہ کوئی اور ممانعت کی وجہ نہ ہو؛ کیونکہ وہ بالغ ہے اگرچہ بلوغت کے آثار ظاہر نہ ہوئے ہوں۔

چنانچہ علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ ❶ لکھتے ہیں: سُئِلَ العلّامة الشّيخ عبد الرّحمنِ بنُ عيسَى المُرشِديّ عنْ شَخص بلغَ مِن السنّ عشرينَ سنةً وتجاوز حدَّ الإنبَاتِ ولَم ينبتْ عِذارُه فهَل يخرجُ بذلِك عَن حدِّ الامرديّة وخصوصاً قدْ نبتَ له شعراتٌ في ذقنِه تؤذنُ بأنّه لَيس مِن مستدِيرِي اللِّحى. فهَل حكمُه فِي الإمامةِ كالرّجالِ الكاملِين أمْ لا؟ أجابَ: سُئِل العلّامة الشيخ أحمدُ بن يونسَ المعروفُ بابنِ الشّلبِي ❷ مِن متأخّرِي عُلماءِ الحَنفيةِ عن مِثل هذِه المسئلةِ. فأجابَ بالجوازِ من غيرِ كَراهةٍ ❸ وكَذلك سُئِل عنْها المفتِي مُحمّد تَاجُ الدّينِ القلعيُّ ❹ فأجابَ كذلِك اھ.

یعنی، (شیخ الاسلام، مفتی بلد الحرام خطیب وامام، مشاعرِ عظام شرف المدرسین، فقیہ، قاضی) عبد الرحمن بن عیسیٰ مُرشدی (عمری، قرشی، عدوی، حنفی ماتریدی متوفی ۱۰۳۷ھ) سے اُس شخص

---

❶ ردّ المحتار على الدُّر المختار، كتاب الصّلاة، باب الإمامة، مطلب في إمامة الأمرد، تحت قوله: وكذا تكره خلف أمرد، ۲/ ۳۵۹

❷ فتاوى ابن الشلبي، كتاب الصلاة، ص ۵۵

❸ فتاویٰ شیخ الاسلام ومفتي بلدالحرام الشيخ عبدالرحمن بن عيسیٰ ابن مرشد الحنفي، ۸۷۷، مخطوط مصوّر

❹ شاید یہ ابوالفضل محمد بن عبدالمحسن، تاج الدین قلعی ہیں جو ۱۱۴۷ھ میں بقیدِ حیات تھے۔ (معجم المؤلفین، ۳/ ۴۶۲)

کے بارے میں پوچھا گیا جو بیس سال کی عمر کو پہنچ گیا ہو اور بال اُگنے کی حد سے تجاوز کر گیا ہو اور اُس کے چہرے پر بال نہ اُگے ہوں، تو کیا وہ اِس کے سبب، اَمردیّت کی حد سے نکل جائے گا بالخصوص جبکہ اُس کی ٹھوڑی پر چند بال نکل آئے ہوں جو اِس بات کی خبر دیتے ہوں کہ یہ بڑھی ہوئی داڑھی والوں میں سے نہیں ہے، تو کیا امامت میں اُس کا حکم کامل مردوں کی طرح ہے یا نہیں تو شیخ عبد الرحمن علیہ الرحمہ نے جواب دیا کہ شیخ احمد بن یونس "المعروف بابن الشلبی" جو کہ متأخرین عُلمائے احناف میں سے ہیں، اُن سے اِسی مسئلہ کی مثل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے بلا کراہت جواز کا جواب دیا اور اِسی طرح مفتیِ مکّہ محمد تاج الدین قلعیّ سے اِس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اِسی طرح جواب دیا۔

اور مفتی محمد وقار الدین قادری حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: شریعت میں اگر کوئی علامتِ بلوغ نہ بھی پائی جائے جب بھی پندرہ سال کی عمر میں بالغ مانا جاتا ہے، لہٰذا شخصِ مذکور کی امامت جائز ہے جبکہ اور کوئی وجہ ممانعت نہ ہو، فرائض اور تراویح دونوں کی امامت کر سکتا ہے۔ (1)

اور مفتی محمد جلال الدین احمد امجدی حنفی متوفی ۱۴۲۲ھ لکھتے ہیں: اگر امام بغیر داڑھی کا اِس لئے ہے کہ اُسے داڑھی نکلتی ہی نہیں ہے اور وہ بالغ ہے تو اُس کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے جبکہ کوئی اور وجہ مانع نہ ہو۔ (2)

---

(1) وقار الفتاویٰ، کتاب الصلوٰۃ، نماز تراویح کا بیان، ۲/۲۲۳

(2) فتاویٰ فیض الرسول، امامت کا بیان، ۱/۲۶۱

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

Ref:061-2001(JIA-92) ۲۶، ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ۔۱۹، جولائی ۲۰۰۱م

نمازِ عید کی زائد تکبیریں رکوع میں کہنے کی صُورت میں تسبیحات پڑھنے کا حکم

الاستفتاء: مفتی صاحب قبلہ آپ نے اپنے ایک فتویٰ میں یہ مسئلہ تحریر فرمایاہے کہ اگر کوئی شخص نمازِ عیدین میں امام کے رکوع میں پہنچنے پر شامل ہو، تووہ رکوع ہی میں زائد تکبیریں کہے جبکہ اُسے حالتِ قیام ہی میں زائد تکبیریں کہہ کر امام کو رکوع میں پانے کا غالب گمان نہ ہو، تواس بارے میں پوچھنا یہ ہے کہ رکوع میں تکبیریں کہنے کی صورت میں وہ شخص رکوع کی تسبیحات بھی کہے گا یا نہیں اور کہے گا تو کب یعنی تکبیریں کہنے سے قبل یا اُس کے بعد؟ برائے کرم اِس کا جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں پہلے وہ زائد تکبیریں کہے کہ یہ واجب ہیں جبکہ تسبیحات پڑھنا سنت ہے، لہٰذا وہ سنت کے مقابلے میں واجب عمل کو ترجیح دے، پھر اگر اُسے موقع ملے تو تسبیحات بھی کہہ لے لیکن اگر امام رکوع سے سر اُٹھالے تو وہ اُس کی اتباع کرے کیونکہ امام کی متابعت واجب ہے۔

چنانچہ علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

ثُمّ إن أمكنهُ الجمعُ بينَ التكبيرَاتِ وَالتّسبيحاتِ جمعَ بينهما وإن لَم

يُمكِنه الجمعُ بَينهُما يأتِي بِالتكبِيرَاتِ دُونَ التّسبِيحاتِ؛لِأنّ التكبِيراتِ وَاجبةٌ وَالتّسبيحَاتِ سُنّة وَالاِشْتغالُ بالوَاجبِ أولَى، فإنْ رَفعَ الإمامُ رَأسهُ مِن الرّكوعِ قبلَ أن يُتمّهَا رَفعَ رَأسهُ؛لِأنّ مُتابعةَ الإمامِ وَاجبةٌ وسقطَ عَنهُ مَا بَقيَ مِن التكبِيرَاتِ؛لِأنّه فاتَ محَلّهَا. ❶

یعنی، پھر اگر اُس کیلئے تکبیرات اور تسبیحات دونوں کو جمع کرنا ممکن ہو تو وہ دونوں کو جمع کرے ورنہ وہ تسبیحات کے بجائے تکبیریں کہے؛کیونکہ تکبیریں کہنا واجب ہے جبکہ تسبیحات پڑھنا سنت ہے اور واجب کے ساتھ مشغول ہونا اولیٰ ہے، پھر اگر اُس کے تکبیریں مکمل کرنے سے پہلے امام اپنا سر رکوع سے اُٹھالے تو وہ بھی اپنے سر کو اُٹھالے کیونکہ امام کی متابعت واجب ہے اور اُس سے باقی تکبیریں ساقط ہو جائیں گی کیونکہ اس کا محل فوت ہو گیا ہے۔

اور علّامہ شمس الدین محمد بن محمد امیر حاج حنفی متوفی ۸۷۹ھ لکھتے ہیں:ثم إنْ أمكنه الجمع بين التكبيرات وَ التسبيحات جمع بينهماوإلاأتى بالتكبِيرات لاغَير. ❷

یعنی پھر اگر تکبیرات و تسبیحات کو جمع کرنا ممکن ہو تو اُنہیں جمع کیا جائے گا وگرنہ فقط تکبیرات کو ادا کیا جائے گا نہ کہ غیر کو۔

اور علّامہ ابن امیر حاج آگے لکھتے ہیں:وإنْ رفع رأسه قبل أن

---

❶ بدائع الصنائع،کتاب الصلاۃ،فصل فی بیان قدر صلاۃ العیدین،۲/۲۴۷
❷ حلبۃ المجلی و بغیۃ المهتدی،الفصل السادس فی صلاۃ العید،۲/۵۴۹

يتمّهارفع رأسه وسقَط عنه مابقِي. ❶

یعنی، اگر امام نے مقتدی کے تکبیرات کو مکمل کرنے سے پہلے سر اُٹھالیا، تو مقتدی بھی سر اُٹھالے اور بقیہ تکبیریں اُس سے ساقط ہو جائیں گی۔

اور علامہ مصطفی بن محمد کوزل حصاری نقشبندی حنفی لکھتے ہیں: ولا يشتَغل بتسبيحه لأنه سنّة والتكبيرواجِب فيرجحُ الواجب إلاأنْ يسعَه الركُوع بعدتكبيرات العَيدفيسبّح بعدَها. ❷

یعنی، اور مقتدی تسبیحات میں مشغول نہیں ہو گا؛ کیونکہ وہ سنّت ہیں اور تکبیرات واجب، لہٰذا واجب راجح ہو گا مگر یہ کہ تکبیراتِ عید کے بعد رُکوع میں گنجائش ہو، تو تسبیح پڑھے گا۔

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: جو چیزیں فرض وواجب ہیں مقتدی پر واجب ہے کہ امام کے ساتھ اُنھیں ادا کرے، بشرطیکہ کسی واجب کا تعارض نہ پڑے اور تعارض ہو تو اُسے فوت نہ کرے بلکہ اُس کو ادا کر کے متابعت کرے، مثلاً امام تشہد پڑھ کر کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے ابھی پورا نہیں پڑھا تو مقتدی کو واجب ہے کہ پورا کر کے کھڑا ہو اور سنت میں متابعت سنت ہے، بشرطیکہ تعارض نہ ہو اور تعارض ہو تو اس کو ترک کرے اور امام کی متابعت کرے، مثلاً رکوع یا سجدہ میں اُس نے تین بار تسبیح نہ کہی تھی کہ امام نے سر اُوٹھالیا تو یہ بھی اُٹھالے۔ ❸

❶ حلبة المجلّي و بغية المهتدي،الفصل السادس في صلاة العيد،٢/ ٥٤٩

❷ حلية الناجي في شرح الحلبي الصغير،فصل في صلاة العيد،تحت قوله:للعيدفي الركوع،ص٥٢٦

❸ بہارِ شریعت، نماز پڑھنے کا طریقہ، ۱/۵۱۹۔۵۲۰

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

تراویح میں دوسرا قعدہ بھولنے کی صُورت میں مختلف احکام

الاِستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ اگر امام نے تراویح کی نماز میں بھول کر قعدہ نہ کیا تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا پھر یاد آیا کہ میں نے قعدہ نہیں کیا اور میں تیسری رکعت میں کھڑا ہوں تو اِس صُورت میں کیا کرے؟

(۲) اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد یاد آئے تو کیا کرے؟

(۳) اور دوسری رکعت کے بعد قعدہ کرکے کھڑا ہوا اور تیسری رکعت کا سجدہ بھی کرلے پھر یاد آئے کہ میں نے تو دوسری رکعت پر سلام نہ پھیرا تھا تو کیا کرے؟ (سائل: محمد فرحان عطاری، رنچھور لائن، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: **پہلی** صُورت میں امام جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کرلے بیٹھ جائے اور فرض میں تاخیر کی وجہ سے آخر میں سجدہ سہو کرکے نماز پوری کرلے۔ **دُوسری** صُورت میں امام ایک رکعت مزید ملائے اور چار مکمل کرے لیکن یہ آخری دو رکعت شمار کی جائیں گی کیونکہ دوسری پر قعدہ نہ کرنے کی وجہ سے پہلی دو رکعتیں فاسد ہوں گی اور **تیسری** صُورت میں بھی امام ایک رکعت مزید ملائے اور چار پوری کرے اور یہ چار ہی شمار ہوں گی کیونکہ دُوسری پر قعدہ کیا ہے۔

چنانچہ پہلی صُورت کا حکم بیان کرتے ہوئے علّامہ حسن بن منصور اُوزجندی

حنفی متوفی ۵۹۲ھ ❶ اور علامہ ابو المعالی برہان الدین محمود بن احمد ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ ❷ لکھتے ہیں، اِسی طرح علامہ حسن بن منصور کے حوالے سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت ❸ نے لکھا ہے: إذَا صَلَّى الإمامُ أربعَ ركعَاتٍ بتَسليمةٍ واحدةٍ ولَمْ يقعُد فِي الثّانيةِ فِي القياسِ تفسدُ صلاتُه وهُو قَول محمّدٍ وزُفر رحِمهما الله تعالىٰ و يَلزمُه قضَاء هذِه التّسليمةِ وهوَ روايَة عَن أبِي حنيفةَ رحمَه اللهُ تعالىٰ وفِي الاستحسانِ وهُو أظهرُ الرّوايتينِ عَن أبِي حنيفةَ وأبِي يُوسفَ رحمهُما الله تعالىٰ لَا تفسدُ وإذَا لَم تفسدْ اختلفُوا فِي قولِ أبِي حَنيفة وأبِي يوسفَ رحمَهما الله تعالىٰ أنّها تنوبُ عَن تسليمةٍ أو تسليمتينِ قَال الفَقيه أبُو اللّيثِ رحمَه الله تعالىٰ تنوبُ عَن تسليمتينِ لأنّ الأربعَ لمّا جازَ وجبَ أن ينوبَ عَن تسليمتَين كمَن أوجبَ عَلى نفسِه أن يُصلّي أربعَ ركعاتٍ بتَسليمتين فصَلّى أربعًا بتسليمةٍ واحدةٍ ذكرَ فِي الأمالِي عَن أبِي يوسُف رحِمه الله تعالىٰ أنّه يجُوز فكَذا هنَا وكذَا لَو صلّى الأربعَ قبلَ الظّهرِ ولَم يقعدْ عَلى رأسِ الرّكعتينِ جازَ استِحسانًا وقالَ الفَقيه أبو جَعفر والشّيخ الإمَام أبو بَكر محمّد بْن الفَضل رحمهُما الله تعالىٰ فِي التّراويحِ تَنوب الأربعُ عَن تسليمةٍ واحدةٍ وهُو الصّحيح لأنّ القَعدةَ عَلى رأسِ الثّانيةِ فرضٌ فِي التّطوّعِ فإذَا تركَها كانَ يَنبغِي أنْ

❶ الفتاویٰ الخانية على هامش الهندية، كتاب الصلاة، باب التراويح، فصل فی السهو، ۱/ ۲۳۹، ۲۴۰

❷ المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر فی التراويح، ۱/ ۴۶۳

❸ الفتاوی الهندية، كتاب الصّلاة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراويح، ۱/ ۱۱۸

تفسدَ صلاتُه أصلًا كمَا هُو وجهُ القِياس وإنّما جاز استِحسانًا فأخذنَا بالقياسِ وقُلنا بفسادِ الشّفع الأوّلِ وأخذنَا بالاسْتحسانِ فِي حقّ بقَاء التّحريمةِ وإذَا بقيتِ التّحريمة صحّ شروعُه فِي الشّفعِ الثّانِي وقَد أتمّها بالقَعدةِ فجازَ عَن تسليمةٍ واحدةٍ.[واللفظ للأوّل]

یعنی، امام جب تراویح کی چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھائے اور دوسری پر قعدہ نہ کرے تو قیاس کے مطابق اُس کی نماز فاسد ہو جائے گی، یہ امام محمد اور امام زفر کا قول ہے اور اُس پر پہلی دو رکعتوں کی قضا لازم ہو گی، اور یہی امامِ اعظم ابو حنیفہ سے ایک روایت ہے جبکہ استحسان یہ ہے اور یہی امامِ اعظم اور امام ابو یوسف سے مروی دو روایتوں میں اظہر ہے کہ اُس کی پہلی دو رکعتیں فاسد نہ ہوں اور جب وہ رکعتیں فاسد نہ ہوں گی تو امامِ اعظم اور امام ابو یوسف کے اِس قول کی وجہ سے فقہائے کرام کے درمیان اختلاف ہوا کہ یہ ایک سلام کے قائم مقام ہوں گی یا دو سلام کے (یعنی دو شمار ہوں گی یا چار)۔ فقیہ ابو اللّیث سمرقندی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ دو سلام کے قائم مقام ہوں گی (یعنی چار رکعتیں شمار ہوں گی)؛ کیونکہ جب چار رکعتیں جائز ہوئیں تو واجب ہے کہ وہ دو سلاموں کے قائم مقام ہوں جیسے کوئی شخص دو سلاموں کے ساتھ (یعنی دو دو کر کے) چار رکعات پڑھنے کی منّت مانے پھر وہ چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھے تو "اَمالی" میں امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ اُس کی منّت پوری ہو جائے گی پس اِسی طرح یہاں ہے اور ایسے ہی جب کوئی ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے اور دوسری پر قعدہ نہ کرے تو استحساناً اس کی نماز ہو جائے گی اور فقیہ ابو جعفر اور امام ابو بکر محمد بن فضل نے تراویح کے بارے میں فرمایا کہ چاروں

رکعتیں ایک سلام کے قائم مقام ہوں گی (یعنی دو رکعتیں شمار کی جائیں گی) اور یہی قول صحیح ہے؛کیونکہ نفل نماز میں دوسری رکعت پر قعدہ فرض ہے،لہٰذا جب اُسے ترک کردے توچاہیے کہ قیاساً اس کی نماز اصلاً فاسد ہوجائے جب کہ استحساناً جائز ہوگی، توہم نے قیاس کو لیا اور پہلی دو رکعتوں کے فساد کا قول کیا جبکہ استحسان کو ہم نے تحریمہ کے باقی ہونے کے حق میں لیا اور جب تحریمہ باقی ہے تو اُس کا دوسرے شُفعِ ثانی (یعنی دوسری دو رکعتوں) میں شروع ہونا بھی درست ہے اور جب وہ آخری دو رکعتوں کو چوتھی پر قعدہ کرکے پوری کرے گا تو نماز ایک سلام کے ساتھ جائز ہوگی (یعنی دو رکعتیں شمار ہوں گی)۔

اور مزید آگے دوسری صُورت کا حکم لکھتے ہیں:وعَن أبِي بَكر الإسكافِ رحمه الله تعالیٰ أنه سئِل عَن رجلٍ قَام إلَى الثّالثةِ فِي التّراويحِ ولَم يقعدْ فِي الثّانيةِ قَال إنْ تذكّر فِي القِيامِ ينبغى أن يَعودَ و يقعدَ و يسلّمَ مَا لَم يقيّدِ الثّالثةَ بالسّجدةِ وإن تذكّر بعدَ مَا ركعَ للثّالثةِ وسجد فإنْ أضافَ إليهَا رَكعةً أخرى فإنّ هذِه الأربعةَ عنْ ترويحةٍ واحدةٍ يعنِي عَن الرّكعتينِ وهذَا الّذى ذكرنَا إذَا صَلّى أربعَ ركعاتٍ ولَم يقعدْ فِي الثّانيةِ.(1)

یعنی اور امام ابو بکر اِسکاف علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ آپ سے ایک

---

(1) الفتاویٰ الخانیة علی ھامش الھندیة،کتاب الصوم،باب التراویح،فصل فی السھو، ۲۴۰،۲۳۹/۱
المحیط البرھانی فی الفقه النعمانی،کتاب الصلاة،الفصل الثالث عشر فی التراویح،۱/ ۴۶۳
الفتاوی الھندیة،کتاب الصلاة،الباب التاسع فی النوافل،فصل فی التراویح،۱/ ۱۱۸

ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو تراویح میں تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اور اُس نے دوسری پر قعدہ نہ کیا، تو فرمایا کہ اگر اُسے قیام میں یاد آجائے تو مناسب ہے وہ لوٹے اور بیٹھ جائے اور سلام پھیر دے، جب تک اس نے تیسری رکعت کو سجدہ کے ساتھ مقید نہ کیا ہو اور اگر اُسے تیسری رکعت کا رکوع و سجدہ کرنے کے بعد یاد آیا تو ایک رکعت مزید ملالے تو یہ چاروں رکعتیں ایک ترویحہ سے ہوں گی یعنی دو شمار ہوں گی اور جو ہم نے ذکر کیا یہ اُس صُورت میں ہے کہ جب اُس نے چار رکعتیں پڑھیں اور اُن میں دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا۔

اور تیسری صُورت کا حکم تحریر فرماتے ہیں: وإنْ قعدَ علَى الثّانيةِ قدرَ التّشهّدِ اختَلفُوا فِيه قَال بعضُهم لَا يجُوز إلّا عَن تسليمةٍ واحدةٍ وعَلى قولِ العامّةِ يجوزُ عَن تسليمتَينِ وهُو الصّحِيح.[1]

یعنی اور اگر دوسری پر تشہد کی مقدار بیٹھا (پھر مزید دو پڑھیں) تو اِس بارے میں فُقہائے کرام کا اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ یہ چاروں رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ہوتی (یعنی دو رکعتیں ہوں گی) جبکہ جمہور فقہائے کرام کے نزدیک یہ چاروں رکعتیں دو سلاموں کے ساتھ ہوں گی (یعنی چار ہی شمار ہوں گی) اور یہی قول صحیح ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

٦/ رمضان المبارک، ١٤٢١ھ. ٣/ دسمبر، ٢٠٠٠م JIA-19

---

[1] الفتاوی الخانیة علی ھامش الھندیة، کتاب الصوم، باب التراویح، فصل فی السھو، ١/ ٢٣٩، ٢٤٠
الفتاوی الھندیة، کتاب الصّلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ١/ ١١٨

نماز میں دورانِ تلاوت بلند آواز سے رونے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ نمازِ تراویح کے دوران امام یا حافظ صاحب پر تراویح کے دوران گریہ طاری ہوگیا، روتے روتے تلاوت کرتا ہے اور مقتدیوں پر بھی گریہ طاری ہوگیا اور رونے کے دوران آواز بھی بلند ہو جائے تو کیا نماز کی صحت پر فرق آتا ہے؟

(سائل: حافظ عبد الکریم قادری، سبزواری پبلشرز، کھارادار، کراچی)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں نماز ہو جائے گی کہ یہ رونا درد یا مصیبت کی وجہ سے نہیں بلکہ خُشوع یعنی خوفِ خدا کے باعث ہے اِس لئے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

چنانچہ امام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: (بكى فَارتفعَ بكاؤه، فإن كانَ مِن ذكرِ الجنّةِ أو النّارِ لَم يقطَعها) لأنّه يدلّ عَلى زيَادةِ الخُشوعِ (وإنْ كانَ مِن وجعٍ أو مُصيبةٍ قَطعها) لأنَّ فِيه إظهارُ الجزَعِ والتأسّفِ فكانَ مِن كَلامِ النّاسِ.[1]

یعنی، نمازی اگر جنت یا دوزخ کی یاد میں بلند آواز سے روئے تو نماز نہیں ٹوٹے گی؛ کیونکہ یہ خُشوع کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے اور اگر یہ رونا درد یا مصیبت کی وجہ سے ہو تو نماز ٹوٹ جائے گی؛ کیونکہ اِس میں بے صبری اور افسوس کا اظہار ہے

---

[1] بداية المبتدی وشرحه الهداية، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، ۷۵/۱

لہٰذا یہ لوگوں کے کلام سے ہو گیا۔

اور علامہ سراج الدین علی بن عثمان اوسی حنفی متوفی ۵۶۹ھ ❶ اور اُن کے حوالے سے علامہ محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ ❷ لکھتے ہیں: (وَالبُكاء بِصَوتٍ لِوَجعٍ أو مُصيبةٍ لَا لِذكرِ جَنّةٍ أو نارٍ) فَلو أعجَبتهُ قِراءةُ الإمامِ فجعلَ يَبكِي وَيَقولُ بَلى أو نَعمْ أو آرِيّ لَا تَفسدُ ''سِراجيّةٌ'' لِدلالَتِهِ عَلى الخُشوعِ-[واللفظ للتّنوير والدّر]

یعنی، نمازی درد یا مصیبت کے سبب آواز سے روئے تو نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر جنت یا دوزخ کی یاد میں روئے تو نہیں ٹوٹے گی، پس اگر امام کا پڑھنا پسند آئے اِس پر رونے لگے اور زبان سے بلیٰ، نعم یا آرے نکل جائے تو نماز فاسد نہیں ہو گی کہ یہ خشوع کے باعث ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۸/ رمضان المبارک، ۱٤۲۳ھ. ٤/ دسمبر، ۲۰۰۲م JIA-381

ہیٹر کے سامنے نماز کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر نمازی کے سامنے ہیٹر چل رہا ہو تو کیا اُس کی نماز ہو جائے گی؟

---

❶ الفتاوی السراجیة، کتاب الصّلاة، باب ما یفسد الصلوة، ص ۱۲

❷ تنویر الأبصار وشرحه الدر المختار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیھا، ص ۸۵

(سائل: علی محمد کچھی، محمدی کالونی، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں نماز ہو جائے گی؛ کیونکہ سببِ کراہت ایسی بھڑکتی آگ ہے جس کی مجوسی پوجا کرتے ہیں اور وہ یہاں موجود نہیں ہے۔

چنانچہ علّامہ احمد بن ابو بکر حنفی (کان حیاً ٥٦٩ھ) ❶، علّامہ رضی الدین محمد بن محمد سرخسی حنفی متوفی ٥٧١ھ ❷ اور اُن کے حوالے سے علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ١٠٩٢ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت ❸ نے لکھا ہے: مَن تَوجّه فِي صَلاتِه إلَى تنّورٍ فِيه نارٌ تتَوقّد أو كانُونٍ فيهِ نارٌ يُكرهُ ولَو توجّه إلَى قِنديلٍ أو إلَى سِراجٍ لَم يُكرهْ. وهُو الأصحّ.[واللفظ للهنديّة]

یعنی، تندور یا ایسے چولہے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جس میں آگ بھڑک رہی ہو تو یہ مکروہ ہے اور اگر لالٹین یا چراغ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تو یہ مکروہ نہیں اور یہی اصح قول ہے۔

اور عدمِ کراہت کی وجہ بیان کرتے ہوئے علّامہ برہان الدین ابو المعالی محمود بن احمد ابن مازہ حنفی متوفی ٦١٦ھ لکھتے ہیں: تُكره الصّلاةُ إلَى كانونٍ أو

---

❶ خزانة الفتاوىٰ، كتاب الصلاة، فصل ما يستحب فى الصلوة وما يكره، ق٢٣/ ب، مخطوط مصوّر

❷ المحيط للسرخسى، كتاب الصلاة، باب ما يستحب فى الصلاة وما يكره فيها، ١/ ٢٥٨. ٢٥٩

❸ الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها، الفصل الثانى فيما يكره فى الصلاة وما لا يكره، ١/ ١٠٨

تنّورٍ فيهِ نارٌ تتَوقّد؛ لأنّه تَشبّه بالمجُوسِي، ولَا تُكرَه الصّلاةُ إلَى قنديلٍ أو سراجٍ أو شَمعٍ إذ ليسَ فيهِ تَشبّه بالَمجوسِ؛لأنهم لَا يَعبدُون إلّا ناراً مُتوقّدة. ❶

یعنی، تندور یاایسے چولہے کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنامکروہ ہے جس میں آگ بھڑک رہی ہو؛ کیونکہ اِس میں مجوسیوں سے مشابہت ہے اور لالٹین، چراغ یاشمع کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنامکروہ نہیں کیونکہ اِس میں مجوسیوں کے ساتھ مشابہت نہیں ہے کہ وہ بھڑکتی آگ ہی کو پوجتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء،۲۸/ رمضان المبارك،۱٤۲۳ھ-٤/ دسمبر،۲۰۰۲م JIA-383

دورانِ اذان سحری کرنے سے متعلق حدیث کی وضاحت

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس بارے میں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کافرمان ہے: تم میں سے جب کوئی اذان سنے اور برتن اُس کے ہاتھ میں ہوتوجب تک وہ اُس سے اپنی ضرورت پوری نہ کرلے، اُسے نہ رکھے، توکیااِس حدیث شریف کی رُو سے سحری کرنے والے کواذانِ فجر کے دوران کھانے پینے کی اجازت ہے؟ اگر نہیں توپھر اِس حدیث کامطلب واضح فرماکر عنداللہ ماجور ہوں؟ (سائل: عبداللہ، کلفٹن، کراچی)

---

❶ المحيط البرهاني،كتاب الكراهية والاستحسان،الفصل الرابع في الصلاة والتسبيح إلخ، ٥٠٦/٧

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں جاننا چاہیے کہ سحری کی اجازت صبح صادق تک ہے۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (1)

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ کر پھر رات آنے تک روزے پورے کرو۔ (کنز الایمان)

اِس آیت کے تحت امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ (2) يَعنِي اللّيلَ مِن النهارِ. فَأحلّ لَكمُ المجامعةَ، وَالأكلَ، وَالشّربَ حَتّى يتبيّن لَكمُ الصّبحُ، فإذا تَبيّن الصّبحُ حرُم عليهمُ المجامعةُ، والأكلُ، وَالشّربُ حَتّى يُتمّوا الصّيامَ إِلى اللّيلِ. (3)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اِس فرمان "اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے فجر سے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے ممتاز ہو جائے" کی تفسیر میں روایت ہے کہ سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے ممتاز ہو جائے اِس سے مراد یہ ہے کہ رات دن سے جدا ہو جائے، پس تمہارے لئے

---

(1) البقرۃ:۲/ ۱۸۷
(2) البقرۃ:۲/ ۱۸۷
(3) تفسیر الطبری، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ:۱۸۷، ۲/ ۱۷۷

ہمبستری اور کھانا پینا اُس وقت تک حلال ہے جب تک تمہارے لئے صبح ظاہر نہ ہو جائے، لہذا جب صبح ظاہر ہو جائے تو روزہ داروں پر ہمبستری، اور کھانا پینا حرام ہے یہاں تک کہ وہ روزے کو رات تک پورا کریں۔

اور صحیح احادیث سے بھی یہ بات واضح ہے کہ سحری کی اجازت صبح صادق تک ہے۔

چنانچہ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند سے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کرتے ہیں: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَغُرَّنَّكُمْ مِنْ سَحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا بَيَاضُ الْأُفُقِ الْمُسْتَطِيلُ هٰكَذَا حَتّٰى يَسْتَطِيرَ هٰكَذَا وَحَكَاهُ حَمَّادٌ بِيَدَيْهِ، قَالَ: يَعْنِي مُعْتَرِضًا۔ (1)

یعنی، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تمہیں تمہاری سحری سے بلال کی اذان دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ اُفق کی اُس طرح لمبی سفیدی یہاں تک کہ اس طرح پھیل جائے اور حماد نے اُس کو اپنے ہاتھوں کے ساتھ بیان کیا، فرمایا: یعنی چوڑائی میں۔

اور امام مسلم، حضرت سمرہ بن جندب سے ایک اور حدیث نقل فرماتے ہیں: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَغُرَّنَّكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ،

---

(1) صحيح مسلم، كتاب الصّيام، باب بيان أن الدّخول فى الصّوم... إلخ، برقم: ١٠٩٤، ٢/ ٤٣

وَلَا هَذَا الْبَيَاضُ حَتَّى يَبْدُوَ الْفَجْرُ (أَوْ قَالَ) حَتَّى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ.❶

یعنی، نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا: نہ تمہیں بلال کی اذان دھوکے میں ڈالے اور نہ یہ سفیدی یہاں تک کہ فجر ظاہر ہو جائے یا فرمایا: یہاں تک کہ فجر پھوٹ پڑے۔

اور "روزے" کی تعریف بیان کرتے ہوئے علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں: هُوَ تَرْكُ الْأَكلِ وَالشّربِ والجِماعِ مِن الصّبحِ إلى الغُروبِ بِنيّة مِن أهلِه. ❷

یعنی، صبح صادق سے غُروبِ آفتاب تک روزے کے اہل سے بہ نیت عبادت کھانے پینے اور جماع سے رُکے رہنے کو "روزہ" کہتے ہے۔

اور سوال میں ذکر کردہ حدیث میں جس اذان کا ذکر ہے اُس سے مغرب کی اذان بھی مراد ہو سکتی ہے

چنانچہ اُس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں: يحتمل أن يرادَ بالنّداءِ نداء المغرِب، فيكُون تأكيداً لتعجيلِ الإفطارِ وإنْ كانَ ترك الأكل والشّرب عِند الأذانِ مسنوناً... قيد كونِ الإناءِ في يدِه اتّفاق. ❸

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الصّيام، باب بيان أن الدّخول في الصّوم... إلخ، برقم: ٤٤/ ١٠٩٤، ٢/ ٧٧٠

❷ كنز الدّقائق، كتاب الصّوم، ص٢١٩

❸ لَمعات التّنقيح في شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصّوم، باب في مسائل متفرقة من كتاب الصّوم، ٤/ ٤٣١

یعنی، اِس حدیث میں یہ احتمال ہے کہ اذان سے مراد مغرب کی اذان ہو لہٰذا حدیث افطار میں جلدی کرنے کی تاکید ہے اگرچہ اذان کے وقت کھانا پینا چھوڑ دینا مسنون ہے اور ہاتھ میں برتن کی قید اتّفاقی ہے۔

اور علّامہ عبد الرؤوف مناوی شافعی متوفی ۱۰۳۱ھ لکھتے ہیں: قِيل المَراد أذَان المغرِب فإذَا سمعَه الصائمُ والإنَاءِ فِي يدِه فَلا يضَعه بَل يُفطر فوراً محَافظة عَلى تعجيلِ الفطرِ۔ (1)

یعنی، ایک قول یہ ہے کہ نداء سے مراد مغرب کی اذان ہے پس روزے دار جب اسے سُنے اور برتن اُس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اُسے نہ رکھے بلکہ وہ جلدی افطار کرنے پر محافظت کرتے ہوئے فوری طور پر افطار کرے۔

اور ایک قول کے مطابق اِس سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رات میں دی جانے والی اذان مراد ہے جو فجر کا وقت شروع ہونے سے پہلے ہوتی تھی۔

چنانچہ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی موفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں: قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا سَمِعَ أَحَدُكُمُ النِّدَاءَ وَالْإِنَاءُ عَلَى يَدِه خَبَرًا عَنِ النِّدَاءِ الْأَوَّلِ لِيَكُونَ مُوَافِقًا لِمَا أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ أنبأ أَبُو الْفَضْلِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ سَلَمَةَ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أنبأ جَرِيرٌ وَالْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ

(1) فيض القدير، حرف الهمزة، ۱/ ٤٨٤

النَّهْدِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدًا مِنكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سُحُورِهِ، فَإِنَّمَا يُنَادِي لِيُوقِظَ نَائِمَكُمْ، وَيَرْجِعَ قَائِمُكُمْ. (1)

یعنی، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان:"جب تم میں سے کوئی اذان سُنے اور برتن اُس کے ہاتھ میں ہو" اُس میں یہ احتمال ہے کہ پہلی اذان کے متعلق بات کی گئی ہو اور یہ احتمال اِس لئے بیان کیا ہے تا کہ یہ اُس روایت کے موافق ہو جائے جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:"تم میں سے کسی کو بلال کی اذان اُس کی سحری سے نہ روکے کیونکہ وہ اِس لئے اذان دیتے ہیں کہ تم میں سے سونے والا بیدار ہو جائے اور عبادت کرنے والا واپس آ جائے"۔

اور شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں: يحتمل أن يرادَ بالنّداءِ...نداء الصُّبح،فقِيل المرَاد نداء بلَال فإنّه كانَ ينَادِي باللّيلِ. (2)

یعنی، یہاں احتمال ہے کہ اِس سے مراد صبح کی اذان ہو، پس کہا گیا کہ اِس سے مراد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان ہے کیونکہ وہ رات میں اذان

(1) السُّنن الكبرى للبيهقي،كتاب الصّيام،باب من طلع الفجر وفى فيه شيء...إلخ،برقم الحديث:٨٠٢١، ٤/ ٣٦٩

(2) لَمعات التّنقيح فى شرح مشكاة المصابيح،كتاب الصّوم، باب فى مسائل متفرقة من كتاب الصّوم، ٤/ ٤٣١

دے دیا کرتے تھے۔

اِس معنی کی تائید میں امام بخاری کی ذکر کردہ یہ حدیث شریف ہے: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ بِلَالًا يُنَادِي بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ. (1)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا: بے شک بلال رات میں اذان دیتے ہیں تو تم کھاؤ اور پیو، جب تک ابنِ اُمِّ مکتوم اذان نہ دیں۔

اور اِس معنی کی تائید امام عبد الرزاق کی ذکر کردہ روایت سے بھی ہوتی ہے: عَنْ حَيَّانَ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ الرَّجُلِ يَسْمَعُ الْأَذَانَ، وَعَلَيْهِ لَيْلٌ ؟ قَالَ: فَلْيَأْكُلْ. (2)

یعنی، حضرت حیان بن عمیر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ رات میں اذان سنتا ہے تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اُسے کھانا کھاتے رہنا چاہیے۔

اور علّامہ خطابی متوفی ۳۸۸ھ سوال میں ذکر کی گئی حدیث کے تحت لکھتے ہیں: قلتُ هذا عَلى قولِه إنّ بلالًا يؤذِن بلَيلٍ فكلُوا واشربُوا حتّى

(1) صحيح البخاری، كتاب الأذان، باب الأذان بعد الفجر، رقم الحديث: ٦٢٠، ١/ ١٥٢

(2) المصنّف لعبد الرّزاق، كتاب الصّيام، باب الطّعام والشّراب مع الشك، برقم: ٧٤٠٠، ٤/ ١٣٤

يؤذنَ ابْن أمّ مكتُومٍ. ❶

یعنی، میں کہتا ہوں: یہ روایت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اِس فرمان کے مطابق ہے کہ بلال رات میں اذان دیتے ہیں، پس تم کھاؤ پیو جب تک ابنِ امّ مکتوم اذان نہ دیں۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث شریف میں وارد لفظِ نداء سے مراد نمازِ مغرب کی اقامت ہو کہ جب کسی کا روزہ ہو، اور نمازِ مغرب کی اقامت اِس حال میں ہو جائے کہ اُس کے سامنے کھانا موجود ہو، تو وہ اپنی ضرورت پوری کر لے۔ اِس معنی کی تائید اُس حدیث شریف سے ہوتی ہے جسے امام ابنِ حبّان نے ذکر کیا ہے: عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَأَحَدُكُمْ صَائِمٌ فَلْيَبْدَأْ بِالْعَشَاءِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوا عَنْ عَشَائِكُمْ. ❷

یعنی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جب نماز قائم کی جائے اور تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو اُسے چاہیے کہ نمازِ مغرب سے قبل کھانا کھا لے اور اپنے رات کے کھانے سے جلدی نہ کرو۔

---

❶ معالم السُّنن، کتاب الصّیام، ومن باب الرجل یسمع النداء والإناء علی یده، ۲/ ۱۰۶

❷ صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ، باب فرض الجماعة والأعذار التی تبیح ترکھا، ذکر البیان بأنّ التخلف عن إتیان الجماعات، برقم: ۲۰۶۵، ۳/ ۲۵۴

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما جس دن روزے سے ہوتے اور رات کا کھانا آجاتا تو آپ پہلے کھانا تناول فرماتے اور پھر نماز ادا فرماتے۔

چنانچہ امام ابنِ حبّان کی روایت کردہ حدیث شریف میں ہے:كَانَ ابْنُ عُمَرَ إذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَتَبَيَّنَ لَهُ اللَّيْلُ فَكَانَ أَحْيَانًا يُقَدَّمُ عَشَاءَهُ وَهُوَ صَائِمٌ وَالمُؤَذِّنُ يُؤَذِّنُ ثُمَّ يُقِيمُ وَهُوَ يَسْمَعُ فَلَا يَتْرُكُ عَشَاءَهُ وَلَا يُعَجِّلُ حَتَّى يَقْضِيَ عَشَاءَهُ ،ثُمَّ يَخْرُجَ فَيُصَلِّيَ وَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَعْجَلُوا عَنْ عَشَائِكُمْ إذَا قُدِّمَ إِلَيْكُمْ. (1)

یعنی،جب سورج غُروب ہو جاتا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے لئے رات واضح ہو جاتی تو بعض اوقات آپ کے سامنے رات کا کھانا لایا جاتا اور آپ روزے سے ہوتے اور مؤذن اذان کہتا پھر اقامت کہتا اور آپ سن رہے ہوتے تھے لیکن اپنا رات کا کھانا ترک نہ فرماتے اور جلدی نہ کرتے جب تک رات کے کھانے کو مکمل نہ کرتے پھر آپ باہر تشریف لے جاکر نماز کی ادائیگی فرماتے اور فرماتے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا:جب تمہارے سامنے رات کا کھانا لایا جائے تو اُس سے جلدی نہ کرو۔

لہٰذا قرآن وحدیث اور فقہ کی رُو سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی

---

(1) صحيح ابن حبان،كتاب الصلاة،باب فرض الجماعة والأعذار التي تبيح تركها،ذكر البيان بأنّ قوله صلى الله عليه وسلم لا تعجلوا عن عشائكم...إلخ،برقم الحديث:٢٠٦٤، ٣/ ٢٥٤

کہ سحری کا آخری وقت صبح صادق تک ہے، پس اِس کے بعد روزہ دار کے لئے غُروبِ آفتاب تک کھانا پینا حرام ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مذکورہ حدیث میں وارد لفظِ نداء اِس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ اُس سے مراد مغرب کی اذان ہو، اِس صُورت میں جلد روزہ افطار کرنے کی تاکید ہے، اگرچہ برتن اُس کے ہاتھ میں نہ ہو، کیونکہ حدیث شریف میں برتن ہونے کی قید اتفاقی ہے، جبکہ ایک قول کے مطابق اس سے مراد حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کی رات میں دی جانے والی اذان ہے، اِس صُورت میں مطلب یہ ہو گا کہ بلال کی اذان (جو کہ صبح صادق سے پہلے ہوتی تھی) کے دوران تم سحری کھا رہے ہو تو اُسے بند نہ کرو بلکہ کھاتے پیتے رہو جب تک ابنِ امّ مکتوم فجر کی اذان نہ دیں، پس اب بھی اگر کوئی صبح صادق سے قبل نمازِ تہجد وغیرہ کے لئے اذان دیتا ہے اور سحری کرنے والے کو معلوم ہے کہ ابھی سحری کا وقت باقی ہے، تو وہ صبح صادق ہونے تک کھانے پینے کو جاری رکھ سکتا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اِس سے مراد نمازِ مغرب کی اقامت ہو کہ جب کسی کا روزہ ہو اور نمازِ مغرب کی اقامت اس حال میں ہو جائے کہ اُس کے سامنے کھانا موجود ہو، تو وہ اپنی ضرورت پوری کرلے، بہر حال اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں لیکن اِس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ کرنا دُرست نہیں کہ اذانِ فجر کے دوران سحری کی اجازت ہے، اور جو یہ سمجھے یا اس کی تعلیم دے وہ سخت غلطی پر ہے۔

والله تعالىٰ أعلم بالصواب

اتوار، ١٢ رمضان ١٤٤٢ھ. ٢٥، اپریل ٢٠٢١م

حالتِ روزہ میں زنا کرنے پر حکم

الاِستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ روزے کی حالت میں زید اور ہندہ نے زنا کیا (نعوذ باللہ)، تو ان دونوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ برائے مہربانی بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

(سائل: ابراہیم رضا، ممبئی، انڈیا)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: زنا بہت بڑا گناہ ہے، حرامِ قطعی ہے اور پھر روزے کی حالت میں اشد حرام ہے۔

چنانچہ فقیہ مِلّت مفتی جلال الدین امجدی حنفی متوفی ۱۴۲۲ھ لکھتے ہیں: روزہ کی حالت میں زنا، معاذاللہ، استغفر اللہ، اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو ایسے لوگوں کو بہت سخت سزا دی جاتی، موجودہ صورت میں یہ حکم ہے کہ اگر گناہ عام لوگوں پر ظاہر ہوگیا تو اُن دونوں کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے ورنہ جن لوگوں پر ظاہر ہوا صرف اُنہیں لوگوں کے سامنے توبہ واستغفار کرایا جائے۔ اور قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے، غُربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾ (1)

ترجمہ: اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع لایا جیسی چاہیے تھی۔ (کنز الایمان)

پھر اگر ماہِ رمضان کے ادا روزہ میں ایسا ہوا تو روزہ توڑنے کے کفارہ میں

---

(1) الفرقان: ۲۵ / ۷۱

دونوں ساٹھ ساٹھ روزے مسلسل رکھیں۔ اگر عُذر یا بغیر عُذر کے ایک روزہ بھی درمیان میں چھوٹ گیا تو ساٹھ روزہ پھر سے رکھنا پڑے گا اور یہ بھی ضروری ہے کہ روزہ کا کفارہ اِن دِنوں میں رکھے کہ شروع یا درمیان میں عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ذی الحجہ کی ۱۱، ۱۲، ۱۳ تاریخیں نہ ہوں۔ اور کفارہ کا ساٹھ روزہ رکھنے کے ساتھ اُن دونوں پر ماہِ رمضان کے ایک ایک روزہ کی قضا بھی فرض ہے اور جس روزہ میں یہ گُناہ سرزد ہوا، اگر وہ روزہ رمضان شریف کی قضا کا تھا یا نفلی تھا تو اُن صُورتوں میں صرف ایک ایک روزہ، قضا کی نیت سے رکھنا ضروری ہے۔ (1)

ہاں اگر کفّارے کے روزے رکھتے ہوئے عورت کو حیض آجائے، تو اِس کی وجہ سے ہونے والے ناغے شمار نہیں ہوں گے یعنی پہلے کے روزے اور حیض کے بعد والے دونوں مل کر ساٹھ ہو جانے سے کفّارہ ادا ہو جائے گا۔

چنانچہ علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فَلو أفطرَ ولَو لعُذرٍ استأنفَ إلّا لعُذرِ الحَيضِ. (2)

یعنی، اگر کفّارے کے روزے رکھتے ہوئے ایک دن کا بھی روزہ چھوڑ دیا، اگرچہ عُذر کی وجہ سے تو وہ نئے سرے سے ساٹھ روزے رکھے سوائے حیض کے عُذر کی وجہ سے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

---

(1) فتاویٰ فقیہ ملّت، روزہ کا بیان، ۱/ ۳۳۳

(2) ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، مطلب فی الکفّارة، تحت قوله: ککفّارة المظاهر، ۳/ ٤٤٧

۱۲/ رمضان المبارک۱٤۳۹ھ.۲۸ مئی۲۰۱۸م FU-22

روزے میں عطر لگانے اور پھول سونگھنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ روزے کی حالت میں عطر لگانا اور پھول سونگھنا کیسا ہے؟

(سائل: نعیم احمد شیخ قادری رضوی، نزد میمن مسجد، چاکی پاڑہ، شہدادپور، ضلع سکھر، سندھ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: روزے کی حالت میں عطر لگانا اور پھول سونگھنا جائز ہے۔

چنانچہ علّامہ مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی متوفی۱۲۲۴ھ (1) لکھتے ہیں: لیس بمکروہٍ عندَ أهلِ السنّة والجماعةِ بخلافِ بعضِ الرّوافضِ خذ لَهم الله تعالیٰ لما فِی "المتانةِ" (2) منْ "شرحِ الطّحاویّ" (3) شمّ الوَرد وریح الْعطرِ والغَالیةِ للصّائمِ فیْ رمضانَ لَا یکرہُ عندَ أهلِ السّنّةِ والجَماعةِ لما رُوی عَن رسولِ اللهِ صلّی اللهُ تعالیٰ علیهِ وآلِه وَسلّم أنّه شَمّ الوردَ فِی شهرِ رمضانَ وهُو صَائم.

یعنی، اہلِ سنّت کے نزدیک روزے میں خوشبو سونگھنا مکروہ نہیں ہے برخلاف بعض روافض کے، اللہ تعالیٰ انہیں رسوا کرے؛ کیونکہ "متانہ" میں "شرح طحاوی" کے حوالے سے ہے کہ روزے دار کو رمضان میں پھول، عطر کی خوشبو اور مرکب خوشبو سونگھنا مکروہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ "آپ نے رمضان کے مہینہ میں بحالتِ روزہ پھول سونگھا ہے"۔

---

(1) فتاویٰ واحدی، کتاب الصوم، ۱/ ۳۱۵
(2) فتاوی المتانة، کتاب الصوم، باب ما یکرہ للصائم وما لا یکرہ، ۲/ ۳۷۱
(3) لم أعثر علیها

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ 1 اور اُن کے حوالے سے علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ 2 لکھتے ہیں: لَا یُکرہُ للصّائمِ شَمّ رائحةِ المسكِ والوَردِ ونحوِہ ممّا لَا یکونُ جوهرًا متّصلًا کالدّخانِ فإنّہم قَالوا لَا یُکرہ الِاکتحالُ بحالٍ، وهُو شاملٌ للمُطیّب وغَیرہ ولَم یَخصّوہ بنوعٍ منہُ، وکذَا دهنُ الشّاربِ.[واللفظ للشّامی]

یعنی، روزے دار کیلئے مشک اور پھول وغیرہ کی خوشبو سونگھنا مکروہ نہیں، جو دھویں کی طرح جوہر متصل نہ ہو؛ کیونکہ عُلماءِ کرام نے فرمایا کہ سرمہ لگانا کسی حال میں مکروہ نہیں ہے اور یہ خوشبودار اور غیر خوشبودار سب کو شامل ہوتا ہے اور عُلماءِ کرام نے اسے کسی نوع کے ساتھ خاص نہیں کیا، اسی طرح مونچھوں کو تیل لگانا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۱۳/ رمضان المبارک، ۱۴۲۳ھ-۱۹/ نومبر، ۲۰۰۲م JIA-355

صاحبِ نصاب کو دورانِ سال جو مال ملے اُس پر زکوٰۃ کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ اگر بیچی ہوئی چیز کی آدھی رقم آگئی جبکہ مالک گزشتہ سال سے صاحبِ نصاب ہے اور اس وُصول شُدہ رقم پر سال نہیں گزرا، تو اس رقم پر زکوٰۃ لازم ہوگی یا نہیں؟

---

1 إمداد الفتّاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصوم، باب ما لا یفسد الصوم، تحت قوله: أو دخل حلقه دخان بلا صنعه، ص۶۷۷-۶۷۸

2 ردّ المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد، تحت قوله: لا دهن شارب وکحل، ۳/ ۴۵۵-۴۵۶

(سائل: عمران جمانی، کراؤن بلڈرز، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں اگر دورانِ سال مزید مال مِلک میں آیا ہے تواُس رقم پر نیا سال شمار نہیں ہوگا بلکہ سال پورا ہونے پر مکمل مال کی زکوٰۃ فرض ہوگی۔

چنانچہ علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت [1] نے لکھاہے: ومَن كانَ لَه نصَاب فاسْتفادَ فِي أثناءِ الحَولِ مالًا مِن جنسِه ضمّه إلَى مالِه وزكّاهُ سواءٌ كانَ المستفادُ مِن نمائِه أوْ لَا وبأيّ وجهٍ استفَاد ضمّه سواءٌ كَان بميراثٍ أو هبةٍ أو غيرِ ذلكَ ولَو كانَ مِن غيرِ جنسِه مِن كلّ وجهٍ كالغنمِ مَع الإبلِ فإنّه لايضمُّ هكذَا في "الجوهرةِ النيّرةِ." [2]

یعنی، اور جو صاحبِ نصاب ہو، پھر اُسے درمیانِ سال اُسی جنس کا مال حاصل ہو، تواُسے اپنے مال کے ساتھ ملائے گا اور اُس کی زکوٰۃ ادا کرے گا، چاہے وہ مال پہلے والے مال کے بڑھنے سے حاصل ہوا ہو یا اور کسی طریقے سے، خواہ میراث، ہبہ یا اُس کے علاوہ کسی اور ذریعے سے پایا ہو اور اگر وہ ہر طرح اُس جنس کے علاوہ ہو، جیسے اُونٹ کے ساتھ بکری، تو وہ اُسے نہیں ملائے گا، اِسی طرح "الجوهرة

---

[1] الفتاوی الهندية، كتاب الزكاة، الباب الأوّل في تفسيرها وصفاتها وشرائطها، ۱/۱۷۵
[2] الجوهرة النيّرة، كتاب الزكاة، باب زكاة الخيل، مطلب في زكاة البغال والحمير، تحت قوله: ومن كان له نصاب...إلخ، ۱/ ۲۹۷

النیّرۃ"میں ہے۔

اور امامِ اہلسنّت امام احمد رضاخان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: نصاب جبکہ باقی ہو تو سال کے اندر اندر جس قدر مال بڑھے اِسی پہلے نصاب کے سال تمام پر اُس کُل کی زکوٰۃ فرض ہوگی، مثلاً یکم رمضان کو سال تمام ہوگا اور اس کے پاس صرف سو روپے تھے تیس شعبان کو دس ہزار اور آئے کہ سال تمام سے چند گھنٹے بعد جب یکم رمضان آئے گی اُس پورے دس ہزار ایک سو پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ ❶

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

درمیانِ سال نصاب کم ہونے پر زکوٰۃ کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ صاحبِ نصاب کا مال دورانِ سال نصاب سے کم ہوجائے لیکن سال پورا ہونے پر اُس کا نصاب کامل ہو تو اُس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اُس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

چنانچہ امام ابوالحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ ❷، علّامہ حسن بن منصور اُوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ ❸، امام ابوالبرکات

---

❶ فتاویٰ رضویہ، کتاب الزکوۃ، ۱۰/ ۱۴۳۔۱۴۴
❷ مختصر القدوری، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ العروض، ص۵۷
❸ فتاوی قاضیخان علی ہامش الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، فصل فی مال التجارۃ، ۱/ ۲۵۱
النقایۃ فی علم الھدایۃ، کتاب الزکاۃ، ص۹۰

عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ ❶، علّامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵٦ھ ❷ اور علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت ❸ نے لکھا ہے: وإذَا كانَ النّصابُ كامِلًا فِي طرفَيِ الحول فنُقصانه فيمَا بينَ ذلكَ لَا يسقطُ الزّكاةُ. [واللفظ للهندية]

یعنی، سال کے اوّل وآخر میں نصاب کامل ہو تو درمیان میں نصابِ کم ہونے سے زکوۃ ساقط نہیں ہوگی۔

اِس کے تحت علّامہ عبداللہ بن حسین حنفی متوفی فی حدود سنۃ ۹۰۰ھ لکھتے ہیں: أي: إذَا كانَ فِي أوّلِ الحولِ عشرونَ مثقالاً أو مِئتا درهمٍ ثم نقصَ فِي أثناء الحَول ثمّ تمّ فِي آخرِ الحَولِ يجبُ الزكاةُ. ❹

یعنی، جب سال کے شروع میں بیس مثقال (ساڑھے سات تولے) سونا یا دوسو درہم (ساڑھے باون تولہ) چاندی ہو پھر درمیانِ سال اُس میں کمی ہوجائے اور پھر سال کے آخر میں نصاب پورا ہو تو زکوۃ واجب ہوگی۔

اور علّامہ ابوالبرکات نسفی اور علّامہ بدرالدین محمود بن احمد بن موسیٰ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: (وَنقصان النّصاب) في الأموَال الزكويّة (في) أثناء (الحول لايضرّ) وجوب الزّكاة (إن كمُل) النصاب (في طرفيه) أيْ في طَرفَي الحول. ❺

---

❶ كنز الدقائق، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، ص ۲۱۰
❷ ملتقى الأبحر، كتاب الزكاة، باب زكاة الذهب والفضة والعروض، ص ۱٦٦ . ۱٦۷
❸ الفتاوى الهندية، كتاب الزكاة، الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها، ۱/ ۱۷۵
❹ خدق العُيون شرح مختصر القدوري، كتاب الزكاة، باب زكاة العروض، ص ۱۷۵
❺ كنز الدقائق مع شرحه رمز الحقائق، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، ۱/ ۸۹

یعنی،مالِ زکوۃ کادرمیانِ سال کم ہوجانا،زکوۃ کے وُجوب کومضر نہیں ہوتا،جبکہ سال کے اول وآخر میں نصاب مکمل ہو۔

اوردرمیانِ سال مالِ زکوۃ کے کم ہونے کے باوجود،زکوۃ کاوجوب ختم نہیں ہوتااِس متعلّق شیخ اجل علّامہ عبدالحکیم افغانی حنفی متوفی ۱۳۲۶ھ لکھتے ہیں:لأنّ إعتبَار الكَمَال فى الوَسط يشقّ إمّا لابدفى إبتدَائه للانعِقاد وتحقق الغِناءوفِى إنتهاءه لوُجوب الأدَاء،قَوله يشُق لأنّه يزِيدو يَنقص وإعتبار الزّيادة وَالنقص فِى كُل سَاعة يؤدّى إلى الحَرَج.[1]

یعنی؛کیونکہ درمیانِ سال مکمل نصاب کااعتبار مشکل ہے،لہذاسال کے شروع میں زکوۃ کومنعقد کرنے کے لئے اورغناکے متحقق ہونے کے لے کامل نصاب ہوناضروری ہے اورسال کے آخرمیں وجوبِ اداکے لئے(نصاب کامکمل ہوناضروری ہے)اوریہ کہناکہ درمیانِ سال نصاب کامکمل رہنامشکل ہے؛کیونکہ مال زیادہ اورکم ہوتارہتاہےاورہرگھڑی زیادتی اورنقصان کاحساب رکھناحرج کی طرف لے جاتا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء،۲۵/رجب،۱٤۲٤ھ.۲۳/سبتمبر۲۰۰۳م JIA-489

زکوۃ وغیرہ احکامِ شرع قمری مہینوں پر مبنی ہیں

الاستفتاء:کیافرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ مالِ زکوۃ پرسال گزرنے میں اسلامی مہینوں کااعتبار ہوگایاانگریزی مہینوں کا؟

---

[1] كشف الحقائق شرح كنزالدقائق،كتاب الزكاة،باب زكاة المال،تحت قوله:ونقصان النصاب فى الحول...إلخ،۱۰٦

(سائل: ابو اختر محمد مدثر برکاتی اختری، فاضل جامعۃ النور، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: نصاب پر سال گزرنے میں اسلامی مہینوں کا اعتبار ہو گا۔

چنانچہ امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: قالَ أهلُ العلمِ: الوَاجب علَى المُسلمينَ بحُكمِ هذِه الآيةِ أن يعتبرُوا في بُيوعِهم ومدَدِ دُيونِهم وأحوَال زكواتِهم وسائِر أحكامِهم السّنَة العَربية بالأهلّةِ ولَا يجوزُ لهُم اعتبَار السّنةِ العَجميةِ والرّوميةِ. (1)

یعنی، اہل علم نے فرمایا اِس آیت کے حکم کی وجہ سے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے کاروبار، لین دین، زکوٰۃ اور تمام احکام میں عربی قمری سال کا اعتبار کریں اور ان کو عجمی اور رومی شمسی سال کا اعتبار جائز نہیں ہے۔

اور امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں: أحكامُ الشّرعِ تبتني علَى الشّهورِ القَمريةِ المَحسوبةِ بالأهلّةِ دونَ الشّمسيةِ. (2)

یعنی، شرعی احکام قمری مہینوں پر مبنی ہیں جو چاند کے حساب سے ہوتے ہیں نہ کہ شمسی مہینوں پر۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

شوّال میں نکاح کرنے کا استحباب

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں

---

(1) التفسير الكبير، سورة التوبة، تحت الآية: ٣٦، ٦/ ٤٣

(2) مدارك التنزيل وحقائق التأويل، سورة التوبة، تحت الآية: ٣٦. ١/ ٢/ ١٢٥

کہ کیا شوّال المکرم کے مہینہ میں نکاح کرنا مستحب ہے، اگر ہاں تو اِس کی وجہ کیا ہے؟

(سائل: نعیم احمد شیخ قادری رضوی، شہدادپور، سانگھڑ، سندھ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: شوّال کے مہینہ میں نکاح کرنا مستحب ہے اوراِس کی وجہ وہ روایت ہے جس میں اِسے مستحب قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ اُمّ المؤمنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: قَالَتْ تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَوَّالٍ، وَ بَنىٰ بِي فِي شَوَّالٍ، فَأَيُّ نِسَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَحْظَى عِنْدَهُ مِنِّي؟»، قَالَ: «وَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَحِبُّ أَنْ تُدْخِلَ نِسَاءهَا فِي شَوَّالٍ. (1)

یعنی، حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوّال کے مہینہ میں مجھ سے نکاح کیا اور شوّال کے مہینہ ہی میں میری رُخصتی ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بیوی مجھ سے زیادہ پسندیدہ تھی، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مستحب سمجھتی تھیں کہ عورتوں کی رخصتی شوال میں کی جائے۔

اِس حدیث شریف کے تحت علّامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۷ھ

---

(1) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب التزوج و التزویج فی شوال...إلخ، برقم: ۱۴۲۳، ۲/ ۱۰۳۹

لکھتے ہیں: فِيهِ استحبابُ التّزوِيجِ والتّزوّجِ والدّخولِ فِي شَوّالٍ، وقَد نصّ أصحابُنا عَلى استحبابِه وَاستدلّوا بهذَا الحَديثِ. ❶

یعنی، اِس حدیث میں دلیل ہے کہ شوال کے مہینہ میں نکاح اور رخصتی کرنا مستحب ہے اور ہمارے اصحاب نے اِس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی ہے اور اُنہوں نے اِس حدیث سے استدلال فرمایا ہے۔

اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں ایک باب باندھا جس کا عنوان "بَاب مَا جَاءَ فِي الْأَوْقَاتِ الَّتِي يُسْتَحَبُّ فيها النِّكَاحُ" ہے اور اُس میں مذکورہ حدیث شریف الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ تحریر فرمائی۔

اور اِس باب کے تحت امام محمد بن عیسی بن سَورۃ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند سے اُمّ المؤمنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَوَّالٍ،وَبَنَى بِي فِي شَوَّالٍ-وَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَحِبُّ أَنْ يُبْنَى بِنِسَائِهَا فِي شَوَّالٍ. ❷

یعنی، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نکاح فرمایا مجھ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے ماہِ شوال میں اور رُخصتی بھی شوال کے ماہ میں فرمائی۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ

❶ المنهاج فی شرح الصحیح المسلم، کتاب النکاح، باب استحباب التزوج والتزویج فی شوال... إلخ، ۱۷۹/۹/۵

❷ سُنَن الترمذی، کتاب النکاح، بَاب مَا جَاءَ فِي الْأَوْقَاتِ الَّتِي يُسْتَحَبُّ فيها النِّكَاحُ، برقم: ۱۰۹۳، ۱۷۷/۲

عنہا پسند فرماتی تھیں کہ عورتوں کی رُخصتی شوّال کے مہینہ میں کرائی جائے۔

اوراس حدیث شریف کے تحت ابو العَلا محمد عبدالرحمن بن عبدالرحیم مبارکپوری متوفی ۱۳۵۳ھ فرماتے ہیں: إنّما قالت هٰذا ردّا على أهلِ الجاهلية فإنّهم كانُوا لا يرَون يمنأفي التزَوج والعُرس في أشهُر الحج. ❶

یعنی، حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اِس میں اہلِ جاہلیت کے دَور کا رَدّ فرمایا کہ وہ لوگ ایامِ حج میں نکاح اور رُخصتی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

اورابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد نمری قُرطبی متوفی ۴۶۳ھ فرماتے ہیں: تزوّج رَسُول الله ﷺ أمّ سلمة سنة اثنتَين منَ الهجرة بَعد وقعَة بدر، عَقد عليها فِي شوّال، وابتنىٰ بها فِي شوّال. ❷

یعنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرتِ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت کے دوسرے سال، بدر کے واقعہ کے بعد شادی فرمائی، شوّال میں عقد فرمایا اور شوّال ہی میں رخصتی کی۔

اور مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں: عُلماء فرماتے ہیں کہ ماہِ

❶ تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي، كتاب النكاح، بَاب مَا جَاءَ فِي الْأَوْقَاتِ الَّتِي يُسْتَحَبُّ فيها النِّكَاحُ، برقم: ۱۰۹۳، ۴/ ۱۸۲

❷ الاستيعاب فى معرفة الأصحاب، كتاب النّساء وكناهنّ، باب الهاء، برقم: ۴۱۱۱، ۴/ ۱۹۲

شوال میں نکاح مستحب ہے۔❶

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ٤/ ربیع الأخر، ١٤٢٦ھ-١٣/ مئی، ٢٠٠٥م JIA-583

بیوی کی نسبت تین بار طلاق بھیج رہاہوں لکھنے کا حکم

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ظہیرنے اپنی زوجہ یاسمین بنت ابراہیم کو تحریراً تین بار لکھاکہ میں آپ کوطلاق تحفے میں بھیج رہاہوں، آیااِس صُورت میں طلاق واقع ہوگی یانہیں؟

(سائل: احمد رضا، کھارادر، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں تین طلاقیں واقع ہوگئی ہیں اوربیوی اپنے شوہرپر حُرمتِ مغلّظہ کے ساتھ حرام ہوگئی ہے کہ اَب وہ بے حلالہ شرعیہ اُس کیلئے ہرگز حلال نہ ہوگی یعنی حلالہ شرعیہ کے بغیروہ اُس سے دوبارہ نکاح نہیں کرسکتاہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ❷

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اُسے دی تو اب وہ عورت اُسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنز الایمان)

---

❶ مرأۃ المناجیح، کتاب النکاح، نکاح کااعلان، خطبہ اور شرط کابیان، پہلی فصل، ۵/ ۴۷

❷ البقرة: ٢/ ٢٣٠

خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی حنفی متوفی۱۳۶۷ھ اِس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: تین طلاقوں کے بعد عورت شوہر پر بحُرمتِ مغلّظہ حرام ہوجاتی ہے اب نہ اس سے رجوع ہو سکتا ہے نہ دوبارہ نکاح جب تک کہ حلالہ ہو یعنی بعدِ عدّت دوسرے سے نکاح کرے اور وہ بعدِ صحبت طلاق دے (یافوت ہوجائے) پھر عدّت گزرے۔[1]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۰/ ربیع الأول، ۱۴۳۴ھ، ۲/ فبرایر، ۲۰۱۳م 838-F

بیوی کی نسبت تین بار طلاق دیتاہوں کہنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کو فون پر کہا کہ میں تیری ماں کو طلاق دیتاہوں، طلاق دیتاہوں، طلاق دیتاہوں۔ اِس بات کواُس شخص کی بیوی، بہواور نواسی نے بھی سنا، کیاطلاق واقع ہوگئی؟ حکم شرع کیاہے؟ تحریر فرمائیں۔

(سائل: محمد حنیف، مہاجرکیمپ نمبر۳، بلدیہ ٹاؤن، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں تین طلاقیں واقع ہوگئی ہیں اور بیوی اپنے شوہر پر حُرمتِ مغلّظہ کے ساتھ حرام ہوگئی ہے کہ اب وہ بے حلالہ شرعیہ اُس کیلئے ہرگز حلال نہ ہوگی یعنی حلالہ شرعیہ کے بغیر وہ اُس سے دوبارہ نکاح نہیں کرسکتاہے۔

---

[1] تفسیر خزائن العرفان، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۳۰، ص ۷۸

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ❶

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اُسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنز الإیمان)

اور امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند سے حضرتِ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: كَانَ ابْنُ عُمَرَ، إِذَا سُئِلَ عَمَّنْ طَلَّقَ ثَلاَثًا، قَالَ: «لَوْ طَلَّقْتَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنِي بِهَذَا، فَإِنْ طَلَّقْتَهَا ثَلاَثًا حَرُمَتْ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ. ❷

یعنی، حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب اُس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، تو آپ نے فرمایا: اگر ایک یا دو طلاقیں دی ہوں تو رُجوع کر سکتے ہو، مجھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اِسی کا حکم دیا ہے اور اگر تو نے تین طلاقیں دی ہیں تو بیوی حرام ہو گئی یہاں تک کہ تیرے علاوہ دوسرے شوہر سے نکاح کر لے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

---

❶ البقرۃ: ۲/ ۲۳۰

❷ صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب من قال لإمرأته... إلخ، ۳/ ٤١٤، برقم الحدیث: ٥٢٦٤

یوم الأربعاء، ۲٤/ شعبان المعظم، ۱٤۳۲ھ، ۲۷/ یولیو، ۲۰۱۱م 761-F

حالتِ حمل میں بیوی کو طلاق کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دی اِس حال میں کہ وہ حمل سے تھی، تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ جبکہ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اِس حالت میں اگر کوئی طلاق دے دے تو طلاق نہیں ہوتی اور ہم نے ایک عالمِ دین سے معلوم کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں اِس مسئلہ کا جواب عنایت فرمائیں تا کہ وہ لوگ جو حالتِ حمل میں اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بعد اِس خیال سے کہ طلاق نہیں ہوئی اُس عورت کو بدستور بطور بیوی اپنے پاس رکھے رہتے ہیں اُن کو اِس حرام کاری سے بچایا جا سکے۔

(سائل: مبارک علی قادری ولد چاند میاں قادری، قادری فاسٹ فوڈ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدّس الجواب: حاملہ عورت پر طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اُس کی عدّت وضعِ حمل ہے۔

چنانچہ قُرآنِ کریم میں ہے: وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (1)

ترجمہ: اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں۔ (کنز الایمان)

اور امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی خراسانی بیہقی متوفی ٤۵۸ھ اپنی

(1) الطلاق: ٦۵/ ٤

سند سے روایت کرتے ہیں: عَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عُقْبَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَجَاءَتْهُ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَتْ: إِنِّي أُحِبُّ أَنْ تَطِيبَ نَفْسِي بِتَطْلِيقَةٍ فَفَعَلَ وَهِيَ حَامِلٌ فَذَهَبَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَجَاءَ وَقَدْ وَضَعَتْ مَا فِي بَطْنِهَا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ لَهُ مَا صَنَعَ فَقَالَ: بَلَغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ. (1)

یعنی، حضرت اُمِّ کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں، وہ حضرتِ زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس اِس حال میں آئیں کہ وہ وُضو کر رہے تھے، تو اِنہوں نے کہا کہ میں پسند کرتی ہوں کہ آپ مجھے ایک طلاق دے کر خوش کر دیں، تو اُنہوں نے حالتِ حمل میں اُنہیں طلاق دے دی، پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مسجدِ نبوی کی طرف آرہے تھے، وہ مسجد میں پہنچے ہی تھے کہ حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے پیٹ میں موجود بچے کو جَن دیا، تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنا معاملہ عرض کیا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کتاب اپنی مدّت کو پہنچ گئی۔ (یعنی، قُرآنِ کریم میں حاملہ کی عدت حمل جَن لینے تک ہے، وہ عدّت پوری ہو گئی)

لہٰذا قُرآن وحدیث کی رُو سے معلوم ہوا کہ حاملہ کی عدّت وضع حمل

---

(1) السُّنن الكُبریٰ للبيهقي، كتاب العدد، باب عدّة الحامل المطلّقة، برقم: ١٥٤٢٠، ٧/ ٦٩١

ہے، پس حاملہ کی عدّت کا بیان ہونا اس بات پر دلیل ہے کہ حالتِ حمل میں طلاق واقع اور مؤثر ہو جاتی ہے۔

اور امام ابوالحسن علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ اپنی سند سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: فَأَمَّا الْحَلَالُ---أَنْ يُطَلِّقَهَا حَامِلًا مُسْتَبِينًا. (1)

یعنی، مرد کیلئے حلال ہے کہ وہ اپنی بیوی کو حمل ظاہر ہونے کے وقت طلاق دے۔

اور مفتی محمد نوراللہ نعیمی متوفی ۱۴۰۳ھ لکھتے ہیں: بلاشک وشبہ وگنجائشِ ریب یقیناً حاملہ عورت پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، تمام کُتبِ فقہ میں یہی ہے، چاروں اماموں کا مذہب ہے کہ حاملہ پر طلاق واقع ہوجاتی ہے کسی کا اِس میں اختلاف نہیں، اگر جائز نہ ہوتی تو قرآنِ کریم نے یہ کیوں بتایا کہ حمل والی کی عدّت وضعِ حمل ہے۔ (2)

اِس لئے مذکور عالمِ دین کا قول درست ہے اور بعض لوگوں کا اس کے برخلاف گمان سراسر باطل ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۰/ شعبان المعظم، ۱۴۲۱ھ. ۱۵/ ستمبر، ۲۰۰۵م JIA-672

(1) سُنن الدّار قطنی، کتاب الطلاق والخلع والإیلاء وغیرہ، برقم: ۳۸۴۵، ۲/ ۴/ ۳

(2) فتاوی نُوریہ، کتاب الطلاق، باب طلاق الحوامل، ۳/ ۱۴۹

بیوی کو سال کے افضل دن طلاق کہنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ "تجھے سال کے تمام دِنوں میں سے افضل دن میں طلاق"، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اُس عورت پر کس دن طلاق واقع ہو گی؟

(سائل: نعیم احمد شیخ قادری، شہداد پور، سانگھڑ، سندھ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں اُس پر عرفہ کے دن طلاق واقع ہو گی؛ کیونکہ سال میں سب سے اُفضل دن عَرفہ ہے۔

چنانچہ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللهُ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَإِنَّهُ لَيَدْنُو ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمِ الْمَلَائِكَةَ فَيَقُولُ: مَا أَرَادَ هَؤُلَاءِ؟. (1)

یعنی، اللہ تعالیٰ یومِ عرفہ سے زیادہ کسی دن بھی بندوں کو دوزخ سے آزاد نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قریب ہوتا ہے پھر فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر کرتے ہوئے فرماتا ہے: یہ بندے کس ارادے سے آئے ہیں۔

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب: فی فضل الحج و العمرۃ و یوم عرفۃ، برقم: ۱۳۴۸، ۲/ ۹۸۳

اِس کے تحت علامہ یحیٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں: هذَا الحديثُ ظاهرُ الدّلالة في فضلِ يومِ عرفةَ وهو كذلك ولو قال رجلٌ: امرأتِي طالقٌ في أفضلِ الأيّام فلأصحابِنا وجهانِ: أحدُهما تُطَلَّقُ يومَ الجمعةِ لقوله صلّى الله عليه وسلّم: «خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ» كما سبق في صحيحِ مسلمٍ❶ وأصحُّهما يومُ عرفةَ للحديثِ المذكورِ في هذَا الباب ويُتأوّلُ حديثُ يومِ الجمعةِ علىٰ أنّه أفضلُ أيّام الأُسبوعِ. ❷

یعنی، یہ حدیث عرفہ کے دن کی فضیلت پر واضح طور پر دلالت کرتی ہے اور ایسا ہی ہے، اگر شوہر کہے کہ سال کے دنوں میں افضل دن میری بیوی کو طلاق۔ تو ہمارے اصحاب (شوافع) کے اِس بارے میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ جمعہ کے دن طلاق واقع ہوگی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”سب سے بہتر دن کہ جس میں سورج طلوع ہوتا ہے، جمعہ کا دن ہے“ جیسا کہ ”صحیح مسلم“ میں گزرا۔ دونوں اقوال میں اصح قول یہ ہے کہ عرفہ کے دن طلاق واقع ہوگی، اِس باب میں حدیثِ مذکور کی وجہ سے اور جمعہ کے دن کی فضیلت پر وارد حدیث کی یہ تاویل کی جائے گی کہ ہفتہ کے دنوں میں افضل دن جمعہ ہے۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب فضل یوم الجمعة، برقم: ۲،۸۵٤/ ۵۸۵

❷ المنهاج شرح الصحيح للمسلم، كتاب الحجّ، باب: في فضل الحجّ والعُمرة و يوم عرفة، ۵/ ۹/ ۹۹

اور علّامہ عبد اللطیف ابن ملک رومی حنفی متوفی ۸۰۱ھ ❶ اور اُن کے حوالے سے علّامہ احمد بن محمد مصری حنفی متوفی ۱۰۲۱ھ ❷ اور علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ ❸ لکھتے ہیں: وفي الحديث: دلالةٌ على فضلِ يومِ عرفةَ على سائرِ الأيّام حتّى لو قال رجلٌ امرَأتي طالقٌ في أفضلِ الأيّام تطلّق يومَ عرفة. وقيل: تطلّق يومَ الجمعة لقولِهِ عليه الصّلوة والسّلام: «خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ» والأصحّ أنّها تطلّق يومَ عرفة فيُحمل حديثُ يومِ الجمعةِ على أنّه أفضلُ أيّام الأسبوعِ ما لم يكنْ فيها يومُ عرفة توفيقًا بينهما-[واللفظ لابن ملك]

یعنی، اِس حدیث میں تمام دنوں پر عرفہ کے دن کی فضیلت پر دلیل ہے، یہاں تک کہ اگر شوہر کہے کہ سال کے دنوں میں افضل دن میری بیوی کو طلاق، تو عرفہ کے دن طلاق واقع ہو گی اور ایک قول یہ ہے کہ جمعہ کے دن ہو گی

❶ مبارق الأزهار شرح مشارق الأنوار، الباب الخامس، الفصل الأوّل: في ماجاء أوله ما النافية، ۲/ ۱۳۸

❷ حاشية الشلبي على التبيين، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: ولأن التلبية في الإحرام إلخ، ۲ / ۲۹۱-۲۹۲

❸ منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الطهارة، تحت قوله: قال ابن أمير حاج، ۱/ ۱۲۰
ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الطهارة، مطلب: يوم عرفة أفضل من يوم الجمعة، ۱/ ۳٤۱

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "سب سے بہتر دن کہ جس میں سورج طلوع ہوتا ہے، جمعہ کا دن ہے۔" اور اصح قول یہ ہے کہ عرفہ کے دن طلاق واقع ہوگی اور جمعہ کے دن کی فضیلت پر وارد حدیث کو اِس پر محمول کیا جائے گا کہ ہفتہ کے دنوں میں افضل دن جمعہ ہے جبکہ اُس میں یومِ عرفہ نہ ہو، تاکہ اَحادیث میں تطبیق ہو جائے۔

اور علّامہ علاء الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا مِنْ يَوْمٍ أَفْضَلُ عِنْدَ اللهِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ. (1)

یعنی، اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی دن عرفہ کے دن سے افضل نہیں ہے۔

علّامہ شرف الدین حسین بن محمد طیبی شافعی متوفی ۷۴۳ھ (2) اور اُن کے حوالے سے مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ (3) لکھتے ہیں: أفضلُ الأيام قيل عرفةُ، وقيل الجمعةُ هذا إذا أطلِق، وأمّا إذا قيل: أفضل أيام السَّنَة فهو عرفةُ وأفضل أيّام الأسبُوع فهو الجمعةُ-[واللّفظ للقاری]

---

(1) صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب الوقوف بعرفة و المزدلفة والدفع منها، ذکر رجاء العتق من النار لمن شهد عرفات يوم عرفة، برقم: ۳۸۴۲، ۴-۶/ ۶۲

(2) الکاشف عن حقائق السُّنن علی مشکاة المصابیح، کتاب الصّلاة، باب الجمعة، الفصل الأول، تحت قوله: عليه، برقم: ۱۳۵۶، ۳/ ۲۰۷

(3) مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الصلاة، باب الجمعة، الفصل الأول، ۳/ ۴۰۲، برقم: ۱۳۵۶، تحت قوله: إلا فی یوم الجمعة

یعنی، سب سے افضل دن کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ عرفہ کا دن ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جمعہ کا دن ہے، یہ اُس وقت ہے جب مطلق بولا جائے اور جب کہا جائے کہ سال کے دنوں میں افضل دن کون سا ہے تو وہ عرفہ کا دن ہے اور ہفتہ کے ایام میں سے افضل دن پوچھا جائے تو وہ جمعہ کا دن ہے۔

لہٰذا مذکورہ صُورت میں عرفہ کے دن طلاق واقع ہوگی۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

مطلقہ غیر حاملہ کی عدّت

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور وہ حمل سے بھی نہ ہو تو شرعاً اُس پر کتنے دن عدّت ہوگی؟ (سائل: محمد عباس، لیاری، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں جبکہ اُسے ماہواری آتی ہو، تو اُس کی عدّت مکمل تین حیض ہے اور اگر وہ عمر کے حساب سے بالغہ ہوئی اور ابھی تک حیض نہ آیا ہو یا زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے اُسے حیض آنا بند ہو گیا ہو، تو اُس کی عدّت تین ماہ ہوگی۔

اُن عورتوں کے لئے جنہیں ماہواری آتی ہے، قُرآنِ کریم میں ہے: ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ [1]

ترجمہ: اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک۔ (کنز الإیمان)

---

[1] البقرة: ۲/۲۲۸

اوراُن عورتوں کے لئے جنہیں ماہواری بند ہو چکی ہو قرآن کریم میں ہے: وَ الّٰٓئِیْ یَىٕسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّ الّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ۔ 1

ترجمہ: اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو اُن کی عدّت تین مہینے ہے اور اُن کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا۔(کنز الإیمان)

اِسی لئے فقہائے کرام نے دونوں قسموں کی عورتوں کے بارے میں لکھا جیسا کہ امام ابوالحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ اور علامہ ابو بکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں: (إذَا طلّق الرّجلُ امرأته طلاقًا بائنًا أو رجعيًا أو ثلاثًا، وهِي حرّة ممّن تحيضُ فعدّتها ثلاثة أقرَاء وإن كانتْ لَا تحيض مِن صغرٍ أو كبرٍ فعدّتها ثلاثَة أشهرٍ) ثمّ العدّة بالشّهور فِي الطّلاقِ والوفاةِ إذَا اتّفقَا فِي غرّة الشّهرِ اعتبرتْ الشّهورُ بالأهلّة إجماعًا وإن نقصَت فِي العددِ وإن حصلَ ذلكَ فِي بعضِ الشّهرِ فعندَ أبِي حنيفةَ يُعتبر بالأيّام فتعتدّ بالطّلاقِ بتسعينَ يومًا وفِي الوفاةِ بمائةٍ وثلاثينَ يومًا (وإن كانتْ حاملًا فعدّتها أنْ تضعَ حملَها) سَواء كانَ ذلكَ مِن طلاقٍ أو وفاةٍ. ملتقطاً 2

---

1 الطلاق: ٦٥/ ٤

2 مختصر القدوری وشرحه الجوهرة النیّرة، کتاب العدّة، ٢/ ٢٤٢، ٢٤٣

یعنی، جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاقِ بائن، طلاقِ رجعی یا تین طلاقیں دے اور وہ ایسی آزاد عورت ہو جس کو ماہواری آتی ہو تو اُس کی عدّت تین حیض ہے اور اگر اُسے چھوٹی یا بڑی عمر ہونے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو، تو اس کی عدّت تین ماہ ہے پھر طلاق اور وفات میں عدّت کی ابتداء (اسلامی) مہینے کے شروع سے ہو، تو مہینوں کا اعتبار بالاجماع چاند سے ہوگا اگرچہ گنتی میں (توے دن سے) کم ہوں اور اگر عدّت مہینے کے بعض حصّہ سے شروع ہو، تو امام اعظم کے نزدیک مہینوں کا اعتبار ایام کے ذریعے ہوگا پس اِس صُورت میں عورت طلاق کی عدّت نوّے دن اور وفات کی عدّت مکمل ایک سو تیس دن گزارے گی اور اگر عورت حاملہ ہو تو اُس کی عدّت بچہ جننے تک ہے خواہ طلاق کی عدّت ہو یا وفات کی۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۷/ رمضان المبارک، ۱۴۲۲ھ۔ ۳/ دسمبر، ۲۰۰۱م JIA-179

عدّتِ وفات میں نفقہ کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ بیوہ کی عدّتِ وفات کے اخراجات ترکہ سے منہا کر کے باقی جائیداد وُرثاء میں تقسیم کی جائے گی یا نہیں؟ (سائل: محمد اشرف، برنس روڈ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں عدّت کا خرچہ ترکہ سے منہا نہیں کیا جائے گا کیونکہ وفات کی عدّت میں شوہر کے مال سے نفقہ واجب نہیں ہوتا ہے اگرچہ بیوہ حاملہ ہو۔

چنانچہ علّامہ ابو الحسن علی بن ابو بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ ❶ اور علّامہ عبد اللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ ❷ لکھتے ہیں: (لا نفقةَ للمُتوفَّی عنها زَوجُها)؛لأنّ احتباسَها ليسَ لحقّ الزّوجِ، بَل لحقّ الشّرعِ فإنّ التّربّصَ عبادةٌ منهَا، ولأنّ النّفقةَ تجبُ شيئًا فشيئًا ولَا ملكَ لَه بعدَ الموتِ فَلا يُمكن إيجابُها فِي ملكِ الوَرثةِ.[واللّفظ للأوّل]

یعنی، جس عورت کا شوہر فوت ہوجائے اُس کیلئے نفقہ نہیں ہے؛کیونکہ اُس کا خود کو باہر نکلنے سے روکے رکھنا شوہر کے حق کی وجہ سے نہیں بلکہ شرع کے حق کی وجہ سے ہے اِسی لئے عورت کا اپنی ذات کو روکے رکھنا عبادت ہے اور نفقہ اُس لئے بھی واجب نہیں کہ یہ تھوڑا تھوڑا کرکے واجب ہوتا ہے اور مرنے کے بعد چونکہ شوہر کسی چیز کا مالک ہی نہ رہا، لہٰذا ورثاء کی ملکیت میں اُسے واجب کرنا ممکن نہیں ہے۔

اور علّامہ برہان الدین ابراہیم بن حسن حنفی متوفی ۱۰۴۸ھ لکھتے ہیں: لَيس لمعتدّة عنْ وفاةٍ نفقة مِن مال زوجِها أصلًا وإنْ كانت حاملًا، بل تأكلُ من إرثها. ❸

یعنی، عدّتِ وفات میں عورت اپنے شوہر کے مال سے بالکل بھی نفقہ کی

---

❶ بداية المبتدی وشرحه الهداية،كتاب الطلاق،باب النفقة،١/ ٣٣٣

❷ الاختيار لتعليل المختار،كتاب الكفالة، باب النفقة،فصل:أحكام النفقة والسكنىٰ للمطلّقات،١/ ٤/ ٩

❸ الفتاوى الإبراهيمية فی مسائل الحنفية،كتاب الطلاق،فصل فی العدّة،ص٢٠٧

مستحق نہیں ہو گی اگرچہ حاملہ ہو بلکہ وہ اپنے شوہر کی وراثت سے ملنے والے مال سے کھائے گی۔

اور علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: إذَا كَانَتْ مُعتدّةُ المْوتِ مِن نِكاحٍ صَحيحٍ لَا نَفقةَ لهَا ولَو حَاملًا. [1]

یعنی، اور عورت جب نکاحِ صحیح کی عدّتِ وفات میں ہو تو اُس کیلئے نفقہ نہیں ہے اگرچہ حاملہ ہو۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲۰/ شعبان المعظم، ۱٤۲٤ھ، ۱۷/ اکتوبر، ۲۰۰۳م JIA-507

حاملہ جانور کی قربانی کرنا کیسا؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا حاملہ جانور کی قربانی کر سکتے ہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حاملہ جانور کی قربانی کر سکتے ہیں لیکن بچنا بہتر ہے، اور اگر حمل صرف چند دِنوں کا ہو، تو پھر اُس کی قربانی میں کوئی مضائقہ نہیں۔

چنانچہ علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت

---

[1] ردّالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: فی نفقة المطلقة، تحت قوله: من مولاها، ۳٤۳/۵

نے لکھا ہے: شَاۃ أو بقَرۃ أشرَفتْ علَى الوِلادۃِ قَالُوا یُکرَہ ذَبحُھا. ❶

یعنی، بکری یا گائے بچہ جننے کے قریب ہو، تو فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اُسے ذبح کرنا مکروہ ہے۔

اور امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: گابھن کی قربانی اگرچہ صحیح ہے مگر ناپسند ہے، حدیث میں اس سے ممانعت فرمائی۔ ❷

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: گابھن جانور کی بھی قربانی ہو سکتی ہے، مگر گابھن ہونا معلوم ہے، تو احتراز اَولی ہے اور اگر صرف پندرہ بیس روز کا گابھن ہے، تو اِس میں کسی قسم کا مضائقہ نہیں۔ ❸

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

جانور کا سینگ آدھے سے زائد ٹوٹ جانے پر قربانی کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ میں نے قربانی کی نیّت سے ایک بکرا خریدا، رات کو میرا خریدا ہوا بکرا، اور ایک دوسرا بکرا جو اُس کے ساتھ بندھا ہوا تھا، آپس میں لڑ پڑے جس کی وجہ سے میرے بکرے کا سینگ ٹوٹ گیا اِس طرح کہ اُس کا کچھ حصہ باقی رہا اور آدھے سے زیادہ ٹوٹ گیا تو میں نے ایک مولوی صاحب سے معلوم کیا تو اُنہوں نے مجھ سے پوچھا جب خریدا

---

❶ الفتاوی الهندیۃ، کتاب الذبائح، الباب الأوّل فی رکنه وشرائطه وحکمه وأنواعه، ۵/ ۲۸۷

❷ فتاویٰ رضویہ، کتاب الأضحیۃ، ۲۰/ ۳۷۰

❸ فتاویٰ امجدیہ، کتاب الأضحیۃ، ۳/۲/ ۳۲۸

تو صحیح تھا میں نے کہا کہ جب خرید ا تو بالکل صحیح تھا تو اُنہوں نے فرمایا جائز ہے، قربانی کر دو۔ پھر میں گھر لے آیا تو بعض لوگوں نے کہا جائز نہیں۔ میں نے قربانی کر دی، آپ سے التماس ہے کہ شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ قربانی ہو گئی یا نہیں۔ بیّنوا و توجروا (سائل: محبوب ربانی، گلشن قادری، ملیر سٹی، کراچی)

باسمه تعالیٰ و تقدّس الجواب: صورتِ مسئولہ میں آپ کی قربانی درست ہو گئی، کیونکہ جانور کا سینگ جڑ سمیت نہیں ٹوٹا ہے، ہاں اگر اُس کا سینگ جڑ سمیت ٹوٹ جاتا اور زخم بھی ٹھیک نہ ہوتا، تو اُس کی قربانی جائز نہ ہوتی۔

چنانچہ علّامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ (1) لکھتے ہیں اور ان کے حوالے سے علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت (2) نے لکھا ہے: وتُجزی الجمّاءُ وھی الّتی لَا قرنَ لھا خِلقةً وکَذا مکْسورةُ القَرنِ تُجزِی، لِما رُوِیَ أَنَّ سَیِّدَنَا عَلِیًّا رَضِيَ اللہُ عَنْهُ سُئِلَ عَنْ الْقَرْنِ فَقَالَ: لَا یَضُرُّكَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَیْنَ وَالْأُذُنَ- وَرُوِیَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ ھَمْدَانَ جَاءَ إِلَی سَیِّدِنَا عَلِيٍّ رَضِيَ اللہُ عَنْهُ فَقَالَ: یَا أَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ الْبَقَرَة عَنْ کَمْ؟ قَالَ: عَنْ سَبْعَةٍ ثُمَّ قَالَ: مَکْسُورَةُ الْقَرْنِ؟ قَالَ: لَا ضَیْرَ. فإِنْ بلغَ الکسرُ المشَاشَ لَا تُجزیهِ وَالمشَاشُ: رءُوسُ العِظامِ مثلُ الرّکبتَینِ وَالمرفقَینِ. [واللفظ للأوّل]

---

(1) بدائع الصنائع، کتاب التضحیة، فصل فی شروط جواز إقامة الواجب، ٦/ ٣١٦

(2) الفتاوی الهندیة، کتاب الأضحیة، الباب الخامس فی بیان محل إقامة الواجب، ٥/ ٢٩٧

یعنی، وہ جانور جس کے پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں اُس کی قربانی جائز ہے اِسی طرح ٹوٹے ہوئے سینگ والے جانور کی قربانی بھی جائز ہے؛ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے ٹوٹے ہوئے سینگ والے جانور کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ تیرے لئے مضر نہیں، ہمیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے آنکھ اور کان کو بغور دیکھنے کا حکم فرمایا ہے اور مروی ہے کہ ایک شخص ہمذان سے حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین گائے کتنے لوگوں کی طرف سے جائز ہوتی ہے؟ فرمایا سات کی طرف سے، پھر اُس نے ٹوٹے ہوئے سینگ والے جانور کی قربانی کا حکم دریافت کیا، آپ نے فرمایا: نقصان دہ نہیں ہے، ہاں اگر ٹوٹا مشاش تک جا پہنچے تو اُس کی قربانی جائز نہیں ہو گی اور **مشاش سے مراد ہڈیوں کے جوڑ ہیں** جیسے گھٹنے اور کہنیاں۔

اور علامہ محمد شہاب الدین بن بزار کردری حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں: فإن انقطعَ أو انكسرَ يجوزُ إلّا بلغَ الدماغَ. (1)

یعنی، پس اگر سینگ ٹوٹ گیا ہے تو جب تک دماغ تک نہ پہنچے قربانی ہو جائے گی۔

اور علّامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ (2) لکھتے ہیں: (و يُضحّى بِالجمّاءِ) هِي

---

(1) الفتاویٰ البزّازیۃ علی ھامش الھندیۃ، کتاب الأضحیۃ، فصل: الخامس فی عیوبھا، ۶/ ۲۹۳

(2) الدُّر المختار مع حاشیتہ ردّالمحتار، کتاب الأضحیۃ، ۹/ ۵۳۵

الّتِي لَا قرنَ لَهَا خِلقةً وكَذا العُظَماءُ الّتِي ذَهبَ بعضُ قرنِها بالْكسرِ أو غيرِه فإنْ بلغَ الكَسرُ إلى المُخِ لمْ يجُز "قُهستَانِيٌّ". ❶

یعنی، اور وہ ایسے جانور کو قربان کرے جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں، اِسی طرح اُس جانور کو جس کے سینگ کا کچھ حصہ ٹوٹنے یا اِس کے علاوہ کسی وجہ سے جاچکا ہو، پھر اگر ٹوٹنا دماغ تک پہنچ جائے تو ایسا جانور جائز نہیں ہوگا۔ "قہستانی"

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ اس لئے کہ اِس سے مقصود متعلّق نہیں ہے۔

چنانچہ علّامہ محمد بن ابی بکر بروسی حنفی لکھتے ہیں: لأنّ القرن لایتعلّق بهاالمقصودو كذامكسورة القرن. ❷

یعنی؛ کیونکہ سینگ سے مقصود متعلّق نہیں ہے، اِسی طرح ٹوٹے ہوئے سینگ سے۔

اور امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: سینگ ٹوٹنا اس وقت قربانی سے مانع ہوتا ہے کہ جبکہ سر کے اندر جڑ تک ٹوٹے اگر اوپر کا حصہ ٹوٹ جائے تو مانع نہیں اور پھر اگر ایسا ہی ٹوٹا تھا کہ مانع ہوتا مگر اب زخم بھر گیا، عیب جاتا رہا تو حرج نہیں لأنّ المانعَ قد زَالَ وَهذا ظَاهِر یعنی، کیونکہ مانع جاتا رہا، اور یہ

---

❶ جامع الرّموز، كتاب الأضحية، ٢/ ٣٦٢، تحت قوله: والجماء

❷ تبصير الأنوار وجامع الأسرار شرح تنو ير الأبصار، كتاب في بيان أحكام الأضحية، ق ٥٨١، مخطوط مصوّر

ظاہر ہے۔❶

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اوس کی قربانی جائز ہے اور اگر سینگ تھے مگر ٹوٹ گیا اور مینگ تک (یعنی، جڑ تک) ٹوٹا ہے تو نا جائز ہے اس سے کم ٹوٹا ہے تو جائز ہے۔❷

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

۱۵/ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۲۱ھ، ۱۱ مارچ ۲۰۰۱م JIA-43

حلال جانور کے حرام اجزاء

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیا حلال جانور کو ذبح کرنے کے بعد بھی اُس کے جسم کی کوئی چیز ایسی ہے جسے کھانے کی ممانعت ہے؟ (مولانا مختار اشرفی، سولجر بازار، کراچی)

باسمه تعالیٰ و تقدس الجواب: حلال جانور ذبح کرنے کے بعد بھی اُس کی سات چیزیں کھانا جائز نہیں اور وہ یہ ہیں: دَمِ مسفوح یعنی بوقتِ ذبح بہنے والا خون، نر و مادہ کی اگلی اور پچھلی شرمگاہ، خُصیتین یعنی کپورے، مثانہ یعنی پیشاب کی تھیلی، پِتّہ اور غُدود۔ غُدود سے مراد حلال جانور کی جلد یعنی کھال اور گوشت کے درمیان اُبھرا ہوا سخت گوشت ہے جو کسی بیماری کی وجہ سے گلٹی کی شکل اختیار کر لیتا ہے، واضح رہے کہ غُدود ہر جانور میں نہیں ہوتا ہے۔ اِن سات اجزاء میں

---

❶ فتاویٰ رضویہ، کتاب الأضحیہ، ۲۰/۴۶۰

❷ بہار شریعت، قربانی کے جانور کا بیان، ۳/۱۵/۳۴۰

سے خون کی حُرمت چونکہ نصِ قطعی سے ثابت ہے، لہٰذا یہ حرام ہیں۔

چنانچہ قُرآنِ کریم میں ہے: قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ۔ (1)

ترجمہ: تم فرماؤ میں نہیں پاتا اُس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام مگر یہ کہ مُردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یا بد جانور کا گوشت۔ (کنز الإیمان)

اِس آیت کے تحت امام ابو بکر احمد جصّاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں: قَوله تعَالیٰ: [أو دمًا مسفوحًا] یَدُلُّ علی أَنَّ الْمُحرَّم مِنْ الدّم مَا کانَ مَسفُوحا وَأَنّ مَا یَبْقی فِي الْعرُوقِ مِنْ أَجْزاءِ الدَّمِ غَیْرُ مُحَرمٍ. (2)

یعنی، اللہ عزّوجلّ کا فرمان: "بہتا ہوا خون"، اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بہتا ہوا خون حرام ہے اور خون کے وہ اجزاء جو رگوں میں باقی رہ جاتے ہیں وہ حرام نہیں ہیں۔

اور بقیہ چیزیں کھانا مکروہ ہیں۔

چنانچہ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ (3) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اور امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی

---

(1) الأنعام: ٦/ ١٤٥

(2) أحکام القرآن للجصاص الرازي، سورة الأنعام، تحت الآیة: ١٤٥، ٣/ ٣٣

(3) المعجم الأوسط، باب الیاء من إسمه یعقوب، برقم: ٩٤٨٠، ٦/ ٤٨١

متوفی۴۵۸ھ ❶ اپنی سند کے ساتھ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا: الْمَرَارَةَ، وَالْمَثَانَةَ، والمحياة، وَالذَّكَرَ، وَالْأُنْثَيَيْنِ، وَالْغُدَّةَ، وَالدَّمَ.[و اللفظ للأوّل]

یعنی، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بکری کے سات اجزاء کو مکروہ جانتے تھے: پتّہ، مثانہ، فَرج، ذَکر، خصیتین، غُدود اور خون۔

اور یہاں کراہت سے مراد کراہتِ تحریمی ہے۔

چنانچہ اِس حدیث شریف کے تحت امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی۵۸۷ھ ❷ لکھتے ہیں: فَالمرادُ مِنهُ كَراهةُ التّحريمِ.

یعنی، اِس کراہت سے مراد کراہتِ تحریمی ہے۔

اور علّامہ محمد بن عبد اللہ تمر تاشی حنفی متوفی۱۰۰۴ھ اور علّامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: (كُرِهَ تَحريمًا) وقِيلَ: تَنزيهًا، وَالأوّلُ أوجهُ (مِن الشّاةِ سَبع). ❸

---

❶ السُنن الكُبرى للبيهقي، كتاب الضحايا، باب ما يكره من الشاة إذا ذبحت، رقم: ۱۹۷۰۰، ۱۰/ ۱۲

❷ بدائع الصنائع، كتاب الذبائح والصيود، فصل فيما يحرم أكله من أجزاء الحيوان، ٦/ ٢٧٢

❸ تنوير الأبصار وشرحه الدر المختار، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتّی، ص ۷۵۷

یعنی، بکری کے سات اجزاء مکروہِ تحریمی ہیں، بعض نے کہا مکروہ تنزیہی ہیں جبکہ پہلا قول زیادہ معتبر ہے۔

اوراِس کے تحت علامہ سیّد احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:(قوله كره تحريما) قَال أبو حنيفةَ رضِي اللهُ تعالىٰ عَنه أمّا الدّم فحرام بالنّصِ وأكرهُ البَاقية لأنها مما تَستخبثُه الأنفس قالَ اللهُ تعالىٰ: "وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِث" وفِي "المنح" (1) والظّاهر كراهةُ التّحريمِ.(قوله مِن الشاةِ) ذكرَ الشّاة اتفاقِي لأنّ الحكمَ لَا يختلفُ فِي غيرِها مِن الماكولاتِ. ملخصا (2)

یعنی، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خون حرام ہے کیونکہ قرآنی نص سے ثابت ہے اور باقی کو میں مکروہ سمجھتا ہوں کیونکہ ان سے نُفوس نفرت کرتے ہیں اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور گندی چیزیں اُن پر حرام کرے گا اور "منح" میں ہے: ظاہر یہ ہے کہ کراہت سے مراد کراہتِ تحریمی ہے اور ماتن نے جو بکری کا ذکر کیا ہے وہ اتفاقی ہے کیونکہ اس کے علاوہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے اُن کے بارے میں حکم مختلف نہیں ہے۔

اِسی لئے فقہائے کرام نے اِن سات چیزوں کے کھانے کو ناجائز فرمایا ہے۔

چنانچہ علّامہ کاسانی حنفی (3) اور ان کے حوالے سے علامہ نظام الدین حنفی

---

(1) حاشية الطحطاوی علی الدر المختار، كتاب الخنثی، مسائل شتی، ٤/ ٣٦٠

(2) مِنح الغفّار شرح تنوير الأبصار، باب أحكام الوصی، فی بيان أحكام الخنثی، مسائل شتی، تحت قوله: كره، ص ٣٣٥، مخطوط مصوّر

(3) بدائع الصنائع، كتاب الذبائح والصيود، فصل فيما يحرم أكله من أجزاء الحيوان، ٦/ ٢٧٢

متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت (1) نے لکھا ہے: يحرمُ أكلُه مِن أجزاءِ الحَيوانِ سبعةٌ: الدّم المَسفوحُ والذّكرُ والأنثيانِ والقُبل والغُدّة والمَثانةُ و المَرارةُ.

یعنی، حیوان کے اجزاء میں سے سات اجزاء کا کھانا حرام ہے: بہنے والا خون، ذَکر، خصیتین، فَرج، غدود، مثانہ اور پتّہ۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۳۰/ ربیع الأوّل، ۱۴۲۲ھ۔ ۲۳/ جون، ۲۰۰۱م JIA-84

سموسہ نہ کھانے کی قسم کھاکر سموسہ ملی چاٹ کھانے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ اگر میں بیس دن کے اندر سموسہ کھاؤں تو میری بیوی کو میرے نکاح میں آتے ہی تین طلاقیں، اب اُس شخص نے بیس دن کے اندر سموسہ والی چاٹ جس میں چنے سلاد چٹنی وغیرہ مکس ہوتے ہیں کھالی اور اُس چاٹ میں سموسہ بھی شامل تھا، اُس پر کیا حکم شرع ہوگا؟ جواب عطا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(سائل: نصیر احمد قادری، ضلع اٹک، پنجاب)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں شخص مذکور کی قسم نہیں ٹوٹی ہے؛ کیونکہ اُس نے سموسہ نہ کھانے کی قسم کھائی تھی جبکہ یہاں اُس نے چاٹ کھائی ہے اگرچہ اُس میں سموسہ شامل تھا لیکن اِس طرح قسم نہیں ٹوٹی،

(1) الفتاوی الهندیة، کتاب الذبائح، الباب الثالث فی المتفرقات، ۵/ ۲۹۰

جیسے کوئی شخص نمک نہ کھانے کی قسم کھائے اور پھر وہ ایسی چیز کھالے جس میں نمک کی آمیزش ہو، تو اِس سے قسم نہیں ٹوٹے گی اگرچہ نمک کا مزہ محسوس ہوتا ہو، اِسی طرح جب کوئی پیاز نہ کھانے کی قسم کھائے اور پھر وہ ایسی چیز کھائے جس میں پیاز ملی ہو، تو اُس سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔

چنانچہ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن ابی القاسم بن ابی الرجاء قاعدی خجندی حنفی لکھتے ہیں: قال فی یمین أن لا یأکل کذا فأکله مخلوطاً بشیء آخر، الأصل إن کان مما یؤکل عینه مفرداً أو مشویاً مع شیء آخر کالملح والسمن والخلّ إن کان یری عینه فکذالك وإن لم یر عینه إن وجد طعمه حنث وإن لم یجد فلا، وذلك نحو الفلفل ذکره فی "الواقعات" فی باب النوازل .[1]

یعنی، کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ فلاں چیز نہیں کھائے گا پھر وہ اُسے دوسری شے میں ملی ہوئی کھالے، تو اصل یہ ہے کہ اگر وہ اُس میں سے ہو جس کا عین الگ سے کھایا جاتا ہے یا دوسری چیز کے ساتھ پکا کر کھایا جاتا ہو جیسے نمک، گھی اور سرکہ، تو اگر اُس کا عین دیکھا جا سکتا ہو، تو اِسی طرح ہے اور اگر اُس کا عین نہیں دیکھا جا سکتا، اگر اُس کا ذائقہ پائے، تو حانث ہو جائے گا اور اگر ذائقہ نہ پائے، تو حانث نہ ہو گا اور اِسی طرح مرچیں ہیں، اِنہیں "واقعات" میں، باب النوازل میں ذکر کیا گیا ہے۔

[1] فتاویٰ الخجندی، کتاب الأیمان، ق ۱۰۰/ ألف، مخطوط مصوّر

اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: حلفَ لَا يأكل لحمًا وَ الآخرُ بصلًا والآخرُ فِلفلًا فطُبِخَ حشوٌ فِيه كُلّ ذلكَ فَأكلُوا لَمْ يَحنثُوا إلّا صاحبَ الفِلفلِ لأنّه لَا يُؤكلُ إلّا كذَا وَ هذَا إن وَجدَ طعمَه. (1)

یعنی، ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا، دُوسرے نے قسم کھائی کہ وہ پیاز نہیں کھائے گا اور تیسرے نے قسم کھائی کہ وہ مرچ نہیں کھائے گا، تو حریرہ پکایا گیا جس میں یہ سب چیزیں تھیں، پس اُنہوں نے اُس حریرہ کو کھایا تو وہ حانث نہیں ہوں گے مگر جس نے مرچ نہ کھانے کی قسم کھائی تھی (یعنی وہ حانث ہو گا) کیونکہ مرچ اِسی طرح کھائی جاتی ہے اور یہ اُس وقت ہے جب اُس کا ذائقہ پایا جائے۔

اور اس کے تحت علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ (2) لکھتے ہیں: وَكَذَا لَو حلفَ لَا يأكلُ مِلحًا فأكلَ طعامًا إن كانَ مالحًا حنِثَ وَإلّا فلَا. وقالَ الفَقيهُ (3): لَا يَحنثُ مَا لَمْ يأكلْ عينَ المِلحِ معَ

---

(1) الدّرالمختار شرح تنویر الأبصار، کتاب الأیمان، باب الیمین فی الأکل و الشّرب... إلخ، تحت قوله: لا اللحم والبیض والجبن... إلخ، ص ۲۹۱ ۔ ۲۹۲

(2) ردّالمحتار شرح تنویر الأبصار، کتاب الأیمان، باب الیمین فی الأکل و الشّرب... إلخ، مطلب: حلف لا یأکل إداماً أو لا یأتدم، تحت قوله: وهذا إن وجد... إلخ، ۵/ ۶۰۴

(3) مجموع النوازل، کتاب الأیمان والنذور، ق ۱۳۴/ ب، مخطوط مصوّر

الخُبزِ أو معَ شَيءٍ آخَر لِأنّ عَينَهُ مأكولٌ، بخلافِ الفِلفلِ وَعليهِ الفَتوَى، فَإن كانَ فِي يَمِينِهِ مَا يَدلّ عَلى أنّه يُرادُ بِه الطّعامُ المَالحُ فهُو عَلى ذلكَ "خَانيّةٌ". ❶

یعنی، اور اسی طرح اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ نمک نہیں کھائے گا پھر اُس نے کھانا کھایا، اگر اُس میں نمک ہو تو وہ حانث ہو جائے گا ورنہ نہیں اور فقیہ ابو اللیث سمر قندی علیہ الرحمہ نے کہا کہ وہ حانث نہیں ہو گا جب تک وہ روٹی یا کسی دُوسری چیز کے ساتھ عین نمک نہیں کھائے گا؛ کیونکہ نمک کا عین کھایا جاتا ہے بر خلاف مرچ کے اور اسی پر فتویٰ ہے، اگر اُس کی قسم میں کوئی ایسی چیز ہو جو اِس پر دلالت کرے کہ وہ ایسا کھانا مراد لے رہا ہے جس میں نمک ہے تو اُس کا حکم اُس کے مطابق ہو گا ”خانیہ“۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: قسم کھائی کہ نمک نہیں کھائیگا اور ایسی چیز کھائی جس میں نمک پڑا ہوا ہے تو قسم نہیں ٹوٹی اگر چہ نمک کا مزہ محسوس ہوتا ہو اور روٹی وغیرہ کو نمک لگا کر کھایا تو قسم ٹوٹ جائیگی ہاں اگر اوس کے کلام سے یہ سمجھا جاتا ہو کہ نمکین کھانا مراد ہے تو پہلی صُورت میں بھی قسم ٹوٹ جائیگی۔ ❷

---

❶ فتاویٰ قاضیخان علی هامش الهندیة، کتاب الأیمان، فصل فی الأکل، ۲/ ٥٤

❷ بہارِ شریعت، قسم کا بیان، کھانے پینے کی قسم کا بیان، ۲/۹/۳۳۹

اور آگے لکھتے ہیں: قسم کھائی کہ پیاز نہیں کھائیگا اور کوئی ایسی چیز کھائی جس میں پیاز پڑی ہے تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ پیاز کا مزہ معلوم ہوتا ہو۔ (1)

اور شخص مذکور کی قسم اِس لئے بھی نہیں ٹوٹے گی کہ عُرف میں چاٹ کھانے پر سموسہ کھانے کا اطلاق نہیں ہوتا ہے، جبکہ الفاظِ قسم سے اُن معنیٰ کا اعتبار کیا جاتا ہے جو عُرف میں لیے جاتے ہوں۔

چنانچہ شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں: والأيمان مبنيّة على العُرف والعادة. (2)

یعنی اور قسمیں عُرف وعادت پر مبنی ہوتی ہیں۔

اور علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت (3) نے لکھا ہے: الأصلُ أنّ الألفاظَ المُستَعملة فِي الأيمانِ مَبنيّة على العُرف عندَنا كذَا فِي "الكافِي". (4) ولَو حلف لا يَدخلُ بيتًا فدخلَ مَسجدًا أو دخلَ الكَعبَة أو حمّامًا لَا يَحنثُ. ملخّصاً

یعنی، قاعدہ یہ ہے کہ قسموں میں جو الفاظ مستعمل ہوں ہمارے نزدیک

---

(1) بہارِ شریعت، کھانے پینے کی قسم کا بیان، ۲/۹/۳۳۹

(2) المبسوط للسرخسی، کتاب الأیمان، ٤/ ١١١

(3) الفتاوی الهندیة، کتاب الأیمان، الباب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکنی وغیرهما، ۲/ ٦٨

(4) الکافی للنسفی، کتاب الأیمان، باب الیمین فی الدخول والسکنی والخروج...إلخ، ق/ ۲/ ۱۷۳/ ألف، مخطوط مصوّر

قسموں میں استعمال ہونے والے الفاظ کا مدار عُرف پر ہے اِسی طرح "الکافی" میں ہے، اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ کسی مکان میں نہیں جائے گا اور مسجد، کعبہ یا حمام میں داخل ہوا، تو وہ حانث نہیں ہو گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی لکھتے ہیں: قسم کے تمام الفاظ سے وہ معنے لیے جائیں گے جن میں اہلِ عُرف استعمال کرتے ہوں مثلاً کسی نے قسم کھائی کہ کسی مکان میں نہیں جائیگا اور مسجد میں یا کعبہ معظمہ میں گیا، تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ یہ بھی مکان ہیں یوں ہی حمام میں جانے سے بھی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ (1)

اور جب شخص مذکور کی قسم نہیں ٹوٹی، لہٰذا وہ جس عورت سے بھی نکاح کرے گا، اُس پر طلاقیں واقع نہیں ہوں گی۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۷/ جمادی الأولیٰ، ۱۴۴۳ھ، ۱۲/ دسمبر ۲۰۲۱م

بینک سے ملنے والے نفع کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ہمارے بینک اکاؤنٹ میں جتنی رقم تھی وہ ہم (اصل رقم) نکال چکے بعد ازاں علم ہوا کہ مزید کچھ رقم جو کہ بینک نے بطورِ منافع ہمارے اکاؤنٹ میں جمع کر دی تھی موجود ہے، اِس حال میں ایک سائل آیا اور سوال کیا اور وہ حقیقتاً مستحق بھی ہے۔ تو کیا اِس منافع کی رقم سے جو بینک میں موجود ہے اُس سائل کی مدد کی جا سکتی ہے یا اس رقم

---

(1) بہارِ شریعت، منت کا بیان، ۲/ ۹/ ۳۱۹

کو کہیں اور صرف کیا جاسکتا ہے۔ ازراہِ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرماکر رہنمائی فرمائیں۔ (سائل: محمد اقبال کامرا، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: بینک نفع کے نام پر جو رقم دیتا ہے، وہ خالصتاً سود ہے جس کی شریعت میں حُرمت وارد ہے۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں اللہ عزّوجلّ نے فرمایا: ﴿وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ ❶

ترجمہ، اور اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سود۔ (کنز الایمان)

اورایک جگہ فرمایا: ﴿یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ﴾ ❷

ترجمہ: اللہ ہلاک کرتا ہے سُود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکرا بڑا گنہگار۔ (کنز الایمان)

اور حدیث شریف میں سود کھانے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے۔

چنانچہ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ

---

❶ البقرة: ۲/ ۲۷۵

❷ البقرة: ۲/ ۲۷۶

وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ. ❶

یعنی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے کاغذات لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا یہ سب برابر ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ سُود کی حُرمت نصِّ قطعی سے ثابت ہے، لہٰذا یہ منافع نہ لیا جائے کہ اِسے حلال سمجھ کر لینا کفر ہے اور حرام سمجھ کر لینا بھی گناہ کبیرہ ہے لیکن اب چونکہ سود کی رقم آپ کے اکاؤنٹ میں جمع کر دی گئی ہے اور اس میں واپس کرنے کا بھی اختیار نہیں ہوتا ہے، لہٰذا آپ اُس سودی رقم کو لے کر کسی بھی مستحق زکوٰۃ کو دے سکتے ہیں لیکن اِس دینے میں ثواب کی نیت نہ ہو؛ کیونکہ حرامِ قطعی مال کو صدقہ کرنے پر ثواب کی اُمید رکھنا کفر ہے۔

چنانچہ علّامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: إنّما يكفرُ إذَا تصدّقَ بالحَرام القَطعِيّ. ❷

یعنی، حرامِ قطعی مال کو صدقہ کرنے والا کافر ہو جائے گا۔

اور علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: رَجلٌ دفعَ إلى فَقيرٍ مِن المَال الحرامِ شيئاً يرجو بِهِ الثّوابَ يكفرُ ولَو علم

---

❶ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب لعن آکل الربا ومؤکلہ، برقم: ۱۵۹۸، ۳/ ۱۲۱۹
❷ الدر المختار شرح تنویر الأبصار، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ، ۱۸۱

الفقیرُ بذلِك فدعا له وأمنَ المُعطِي كفراً جمِيعاً. ❶

یعنی، کسی نے فقیر کو حرام مال سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے کچھ دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر فقیر کو اِس کے متعلق معلوم ہو اور وہ اُسے دُعا دے اور اِس پر دینے والا آمین کہے تو وہ دونوں کافر ہوں گے۔

اور امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: سود جس سے لیا بالخصوص اُنہیں واپس کرنا فرض نہیں بلکہ اُسے اختیار ہے کہ اُسے واپس دے خواہ ابتداءً تصدّق کر دے، ہاں جس سے لیا اُنہیں یا اُن کے ورثہ کو دینا یہاں بھی اولیٰ ہے۔ ❷ ملخصاً

اور مفتی محمد وقار الدین قادری حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: اگر نفع لے لیا ہے تو بغیر نیتِ ثواب کسی مستحق زکوٰۃ کو یہ رقم دے دی جائے اور آئندہ اِس سے بچا جائے اور غیر سودی اکاؤنٹ میں رقم جمع کر دی جائے۔ سودی کھاتوں میں اکاؤنٹ کھول کر اُس میں اپنا نام لکھوانا ہی گناہ ہے۔ صدقہ دینے کا حکم اِس مجبوری کی صورت میں ہے کہ کسی قانونی وجہ سے یا تجارت کی بناء پر سود حساب میں لگا دیا گیا تو اُس کو اپنی ملک سے نکال دے۔ ❸

---

❶ ردّالمحتار على الدّرالمختار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، تحت قوله: وفي شرح الوهبانية إلخ، ۳/ ۲٦١

❷ فتاوی رضویہ، کسب و حصولِ مال، ۲۳/ ۵۵۱-۵۵۲

❸ وقار الفتاویٰ، سود کا بیان، ۳/ ۲۹۱-۲۹۲

اور ایک مقام پر لکھتے ہیں: (سود کی رقم) اگر محکمہ واپس لے لیتا ہے تو بہتر ہے ورنہ اسکول لے کر کسی غریب، مستحق زکوۃ کو مالک بنا کر دے دے اور ثواب کی نیت نہ کرے۔ [1]

واللہ تعالی أعلم بالصواب

۱/ رمضان المبارک، ۱۴۲۱ھ، ۲۸، نومبر، ۲۰۰۰م JIA-15

سودی حساب کتاب لکھنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ سودی حساب کتاب لکھنا کیسا ہے؟ (سائل: محمد خرم قادری، رنچھوڑ لائن، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں سودی حساب کتاب لکھنا حرام ہے کہ حدیث شریف میں ایسے شخص پر لعنت فرمائی گئی ہے۔

چنانچہ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ، وَشَاهِدَيْهِ» وَقَالَ: «هُمْ سَوَاءٌ. [2]

یعنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود لکھنے والے اور سود کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔

---

[1] وقار الفتاوی، سود کا بیان، ۲۹۸/۳

[2] وقار الفتاوی، سود کا بیان، ۲۹۸/۳

اِس حدیث شریف کے تحت علّامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۷ھ لکھتے ہیں:هذَا تَصرِيح بتَحريمِ كتابةِ المُبايعةِ بينَ المترابيَينِ والشّهادةِ عليهِما وَفيهِ تَحرِيمُ الإعانةِ عَلى البَاطلِ.❶

یعنی، اِس حدیث میں سودی معاملہ کرنے والوں کے معاملے کو لکھنے اوران دونوں پر گواہ بننے کے حرام ہونے کی تصریح ہے اوراس میں باطل پر مدد کرنے کے حرام ہونے کا بھی ثبوت ہے۔

البتہ اکاؤنٹینٹ کی نوکری کہ جو صرف اِس لئے رکھا جاتا ہے کہ وہ اُس کمپنی / ادارے کا حساب، کتاب نقل کرے، اُس کی نوکری سودی اقرار نامہ لکھنے پر نہیں ہوتی بلکہ اُس کا، کام یہ ہوتا ہے کہ جو کمپنی کی آمدن اوراخراجات ہیں، وہ اُنہیں نقل کردے۔ بینکوں سے سود لینے یا کسی کو سود دینے کا، کام اِس کا نہیں ہوتا، وہ خود مالکان کرتے، کاغذات پر خود سائن کرتے ہیں اور اکاؤنٹینٹ کو بتادیتے ہیں کہ اِتنی رقم اکاؤنٹ میں آئی ہے یا اکاؤنٹ سے گئی ہے اِسے کھاتے میں لکھ لو معلوم ہوا کہ اکاؤنٹیٹ کا، کام سودی اقرار نامہ لکھنا نہیں ہے کہ جس پر حدیث میں وعید آئی ہے بلکہ اُس کا، کام فقط آمدن اوراخراجات کو نقل کرنا ہے۔ یہ باریک نکتہ ہے جس سے بہت سے اہلِ علم بھی دھوکا کھاجاتے ہیں فَاحفَظ۔

چنانچہ مفتیِ اعظم پاکستان مفتی محمد وقارالدین قادری حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ

---

❶ المنهاج شرح صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب لعن أكل الربا ومؤكله، ٢٢/١١/٦

لکھتے ہیں :معصیّت (گناہ) پر جو اِجارہ ہوتا ہے،وہ فاسد ہے اور اُسکی اُجرت بھی ناجائز ہوتی ہے مثلاً گانا بجانا اور تصویر بنانا وغیرہ۔اکاؤنٹینٹ کی ملازمت کمپنی کا حساب لکھنی ہوتی ہے، اِس میں کوئی خاص معین فعل پر ملازمت نہیں ہوتی لہذا ملازمت جائز ہے۔اِس میں جن ذرائع سے آمدنی ہوتی ہے اور جس طرح خرچ ہوتا ہے،اِس سب کا اندراج اکاؤنٹینٹ کرتا ہے، کمپنی کا ڈائریکٹر اور مالکان بینکوں سے سود کے روپوں کی وُصولی،سود کی شرح نیز سود کے کاغذات پر وہ خود دستخط کرتے ہیں، اکاؤنٹینٹ کو وہ بتادیتے ہیں کہ بینکوں سے اتنا روپیہ قرض لیا گیا ہے،وہ آمدنی میں لکھ دیتا ہے پھر جب بینکوں کو ادا کیا جاتا ہے،بینک حساب کر کے بتادیتا ہے کہ اتنا سود ہوا اور اصل کے ساتھ ملکر یہ رقم ہوگئی،مالکان ادا کرتے ہیں،اکاؤنٹینٹ کو بتاتے ہیں کہ بینکوں کو اِتنی رقم ادا کی گئی اور اُس کی تفصیل بتاتے ہیں کہ اتنی اصل رقم ہے اتنا سود ہے،اکاؤنٹینٹ خرچ کی مد میں اُسے تفصیل سے لکھ دیتا ہے،اِسی طرح مالک حضرات رشوت دیتے ہیں ،رشوت کھاتوں میں لکھی نہیں جاتی تو حکم دیتے ہیں کہ متفرّق عُنوان دیکر لکھ لو۔اِس کا مطلب یہ ہوا کہ اکاؤنٹینٹ سود کے حساب ،کتاب کا نقل کرنے والا ہے۔حدیث میں سود کا،کاغذ لکھنے والے پر لعنت آئی ہے،اِس سے مراد وہ اقرار نامہ لکھنا ہے جس میں سود کا حساب کتاب لکھنا ہوتا ہے مثلاً اسٹامپ پیپر پر معاہدہ لکھنا ہے کہ میں فلاں ابنِ فلاں نے فلاں ابنِ فلاں سے اتنا روپیہ قرض لیا اور یہ

شرحِ سود مقرر ہوئی اور دوسری شرائط جو طے ہوں، ایسا اقرار نامہ لکھنے والے لعنت ہوتی ہے۔ (1)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲/ شعبان، ۱۴۲۲ھ-۲۰/ اکتوبر، ۲۰۰۱م JIA-146

مالِ شراکت سے حاصل شُدہ نفع کی تقسیم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ہمارے والد صاحب کا انتقال ۱۹۸۶ء میں ہوا اور اُن کی پراپرٹی جو تھی اُس کی تقسیم باہم رضامندی سے کرلی گئی، پھر ہم تین بھائیوں محمد اسلم، محمد جاوید اور محمد حنیف نے کام کیا اور باہمی شراکت سے پراپرٹی خریدنا شروع کی اور جب ہم پراپرٹی خریدتے تھے تو یہ طے تھا کہ اِس پراپرٹی میں تینتیس (۳۳) تینتیس (۳۳) فیصد ہم دو بھائی اور چونتیس (۳۴) فیصد وہ بڑا بھائی لے گا، اِس طرح ہم نے سات دکانیں، دو گودام، دو مکان اور ایک پلاٹ اور ایک ہائی روف گاڑی خریدیں، اب بڑے بھائی کا کہنا ہے کہ اِس تمام پراپرٹی میں آپ دو بھائی پچاس (۵۰) فیصد رکھو اور پچاس (۵۰) فیصد میں رکھوں گا۔ اب شریعتِ مطہرہ میں اِس کا کیا حکم ہے؟ مذکورہ بالا پراپرٹی ہم تینوں بھائیوں میں کس تناسب سے تقسیم ہوگی؟ (سائل: محمد اسلم، کھڈہ مارکیٹ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں تینوں بھائیوں نے کما کر جو بھی پراپرٹی بنائی وہ تینوں میں مشترک ہے، اُن میں کوئی بھی زیادہ کا مطالبہ

---

(1) وقار الفتاویٰ، ملازمت کا بیان، ۳/ ۳۳۳-۳۳۴

نہیں کر سکتا۔

چنانچہ علّامہ خیر الدین بن احمد رملی حنفی ۱۰۸۱ھ لکھتے ہیں: (سُئل) فی أخوَین سعیهما واحدٌ و عائلتهما واحدةٌ حصلاً بسعیهما أموالًا من مواشٍ وغیرِها و الآن یرید أحدهما مفارقةَ الآخر و مقاسَمةَ المال مناصَفةً و یأبی الآخر فهل و الحالة هذه جمیع ما حصلاه بسعیهما و کسبهما مشترکٌ بینهما تجب قسمته بینهما مناصفة أم لا؟ (أجاب) نعَم ما حصلاه بکسبهما مُشترك بینهما لا یجوز أن یختص به أحدهُما دون الآخر۔ و الله أعلم [1]

یعنی، دو بھائیوں کے بارے میں سوال کیا گیا جن کا کام ایک اور کنبہ ایک تھا، اُن دونوں نے اپنی سعی سے اموال مویشی وغیرہ حاصل کئے، اب اُن میں سے ایک دوسرے سے جُدائی چاہتا ہے اور مال کی برابری کی بنیاد پر تقسیم چاہتا ہے اور دوسرا انکار کرتا ہے، کیا اِس حال میں جو کچھ بھی اُنہوں نے اپنی سعی اور کمائی سے حاصل کیا، سب کا سب دونوں کے مابین مشترک ہے اور اِس کی تقسیم دونوں کے مابین برابر، برابر واجب ہے یا نہیں؟ (جواب دیا) ہاں، اپنی کمائی سے انہوں نے جو کچھ حاصل کیا وہ اُن دونوں کے مابین مشترک ہے اور یہ جائز نہیں کہ اِس کے ساتھ

---

[1] الفتاویٰ الخیریۃ علی ہامش الفتاوی تنقیح الحامدیۃ، کتاب الشرکۃ، مطلب: ما حصلہ الشرکاء فی المال بالاکتساب... إلخ، ۱/ ۱۸۵

دوسرے کے بغیر ایک خاص ہو۔

اور علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:
(سُئِل) فی إخوةٍ خمسةٍ سَعيُهُم و كسبهم واحدٌ عائلتهم واحدة حصلُوا بسعيِهم و كسبهم أموالاً فهل تكون الأموالُ المذكورةُ مشتركةً بينهم أخماساً (الجواب) ما حصله الأخوة الخمسةُ بسعيهم و كسبهم يكون بَينهم أخماساً. ❶

یعنی، پانچ بھائیوں کے بارے میں سوال کیا گیا جن کا کام ایک ہے کنبہ (خاندان) ایک ہے اُنہوں نے اپنی سعی اور کمائی سے مال حاصل کئے، کیا مذکورہ اموال اُن کے مابین پانچ حصّوں میں مشترکہ ہو گا؟ (جواب) پانچوں بھائیوں نے اپنی سعی اور کمائی سے جو حاصل کیا وہ اُن کے مابین پانچ حصّے ہو گا۔

اور شرکت میں اصل برابری ہے جب کہ کسی کے لئے کچھ شرط نہ کیا ہو۔

چنانچہ اِسی میں ہے: و الأصلُ فی الشركةِ أنّها بينهم سويةٌ حيث لم يشترطُوا شيئًا. ❷

یعنی، شرکت میں اصل یہ ہے کہ وہ شے اُن کے درمیان (یعنی شرکاء کے درمیان) برابر ہو جب کہ اُنہوں نے کسی چیز کی شرط نہ لگائی ہو۔

اور علّامہ شامی❸ لکھتے ہیں: يقع كثيرًا فی الفلاحِين ونحوهم أنَّ

---

❶ الفتاویٰ تنقیح الحامدیة، کتاب الشرکة، ۱/ ۹۵

❷ الفتاویٰ تنقیح الحامدیة، کتاب الشرکة، ۱/ ۹۳

❸ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الشرکة، مطلب: فیما یقع کثیراً فی الفلاحین...الخ، تحت قوله: أو بیان جمیع مقتضیاتها، ٦/ ٤٧٢

أحدَهم يموت فتقُوم أولادُه على تركتهِ بلاقسمةٍ و يعملون فيها من حرثٍ وزراعةٍ وبيعٍ وشراءٍ واستِدانةٍ ونحو ذالك وتارة يَكون كبيرهُم هُوالذي يتولّى مهماتهم و يعلَمون عنده بأمره وكُل ذالك على وجهِ الإطلاق و التفَويض لكنْ بلَا تصريح بلفظِ المفاوضة وَلا بَيان جميع مقتضَياتِها مَع كونِ التركة أغلبَها أو كلّها عروضٌ لا تصحّ فيها شركَةُ العقد ولَا شك أنّ هٰذا ليست شركةً مفاوضة،...بَل هي شركةٌ ملك كَما حرَرتُه في "تنقيح الحامدية" ❶ ثمّ رأيتُ التصريحُ به بعَينه في "فتاوایٰ حَانوتي" ❷ ، فإذا كَان سعيهم واحدًا و لم يتميز ما حصَله كل واحدٍ منهم بعمَلِه يكون ما جمَعُوه مشتركًا بينهم بالسو يّة وإنْ اختلفوا فِي العمَل والرأي كثرة وصوابًا كما أُفتي به في "الخيرية".

یعنی، اکثر کسانوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ ان کا کوئی بڑا مرتا ہے تو اُن کی اولاد ترکہ تقسیم کیے بغیر آپس میں کام کرتے ہیں اور اُس میں کھیتی باڑی، زراعت اور خرید و فروخت کرتے اور قرض وغیرہ لیتے ہیں اور کبھی کبھی اُن کا بڑا بھائی اُن کے اہم کاموں کی نگرانی کرتا ہے اور وہ اُس کے پاس اُس کے حکم سے کام کرتے ہیں اور یہ سب مطلق اور تفویض کے ساتھ ہوتا ہے (یعنی بغیر کسی قید کے اور دوسرے کو کام سپرد کر کے ہوتا ہے) لیکن لفظِ "مفاوضہ" کی تصریح کے بغیر اور اِس کے مقتضیات کے بیان کے بغیر ہوتا ہے باوُجود یہ کہ ترکہ اغلب طور پر یا تمام کا تمام سامان ہوتا ہے جس میں شرکتِ عقد درست نہیں ہوتی اور اِس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شرکتِ مفاوضہ بھی

---

❶ الفتاویٰ تنقیح الحامدیۃ، کتاب الشرکۃ، ۱/ ۹۳

❷ فتاویٰ الحانوتی، کتاب الشرکۃ، ق۷۵/ الف، مخطوط مصوّر

نہیں ہے بلکہ یہ شرکتِ ملک ہے جیسا کہ میں نے "تنقیح الحامدیۃ" میں تحریر کیا پھر میں نے بعینہ اِس کی تصریح "فتاویٰ حانوتی" میں دیکھی، لہٰذا جب اُن کا کام ایک ہے اور اُنہوں نے ہر ایک کے کام سے جو حاصل ہوا اس میں تمیز نہ رکھی، تو جو جمع ہوا وہ اُن کے درمیان برابر، برابر مشترک ہے اگرچہ وہ کام اور رائے میں کثرت اور درست ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوں جیسا کہ "فتاویٰ خیریہ" میں فتویٰ دیا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: عموماً ایسا ہوتا ہے کہ باپ کے مرجانے کے بعد اُسکے تمام بیٹے ترکہ پر قابض ہوتے ہیں اور یکجائی شرکت میں کام کرتے رہتے ہیں، لینا دینا تجارت، زراعت کھانا پینا ایک ساتھ مدّتوں رہتا ہے اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ بڑا لڑکا خود مختار ہوتا ہے وہ خود جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اُس کے دوسرے بھائی اُس کی ماتحتی میں اُس بڑے کے رائے و مشورہ سے کام کرتے ہیں مگر یہاں نہ لفظ مفاوضہ کی تصریح ہوتی ہے اور نہ اُس کی ضروریات کا بیان ہوتا ہے اور مال بھی عموماً مختلف قسم کے ہوتے ہیں اور علاوہ روپے اشرفی کے متاع اور اثاثہ اور دوسری چیزیں بھی ترکہ میں ہوتی ہیں جن میں یہ سب شریک ہیں، لہٰذا یہ شرکت، شرکتِ مفاوضہ نہیں بلکہ یہ شرکتِ ملک ہے اور اِس صُورت میں جو کچھ تجارت و زراعت اور کاروبار کے ذریعہ سے اضافہ کریں گے، اُس میں یہ سب برابر کے شریک ہیں اگرچہ کسی نے زیادہ کام کیا ہے اور کسی نے کم۔[1]

واللہ تعالٰی أعلم بالصواب

---

[1] بہار شریعت، شرکت کا بیان، ۲/۱۰/۴۹۲

یوم الإثنین، ۱۹ ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ، ۱۵ سبتمبر ۲۰۱۴ م JIA-1233

شارک مچھلی کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ شارک مچھلی کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ اُس کے اندر درندگی ہے اور وہ درندوں کی طرح دوسرے دریائی جانوروں پر حملہ آور ہو کر اپنے دانتوں سے شکار کرتی ہے (بہت تیز دانتوں کے ساتھ) اِس قول کے برخلاف خالد کہتا ہے کہ شارک مچھلی جائز وحلال ہے؛ کیونکہ وہ تو ایک قسم کی مچھلی ہے اور یہ وصف درندگی جو اس کے اندر پایا جاتا ہے، علّتِ کراہت نہیں ہو سکتا؛ کیونکہ یہ تو ہر مچھلی کی شان ہے کہ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی پر حملہ کر کے اُسے کھا جاتی ہے۔

صُورتِ مسئولہ میں کون اپنے دعویٰ میں صادق و مُحِق ہے؟ بَيِّنُوا بالدَّلائلِ تُؤجرُوا عِندَ الله (سائل: محمد شہید قادری نعیمی، ملیر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: پانی کے جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے۔

چنانچہ علّامہ ابو الحسن علی بن ابو بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:
ولا يؤكلُ من حيوانِ الماء إلّا السّمك. (1)

یعنی اور پانی کے جانوروں میں مچھلی کے سوا کچھ نہیں کھایا جائے گا۔

اور علّامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: ولا

---

(1) الهداية شرح بداية المبتدي، كتاب الذبائح، فصل فيما يحلّ أكله و ما لا يحل، ۲/ ۳۴۹

يَحِلُّ حيوانٌ مائيٌ إلّا السّمكُ. ❶

یعنی، سوائے مچھلی کے پانی کا کوئی جانور حلال نہیں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: پانی کے جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے۔ ❷

اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد وقار الدین حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: حنفیہ کے نزدیک دریائی جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے مچھلی کے علاوہ دوسرے تمام دریائی و سمندری جانور حرام ہیں۔ ❸

اور شارک انگریزی زبان کا لفظ ہے چنانچہ پاپولر آکسفورڈ پریکٹیکل ڈکشنری میں ہے: Shark; Voraeious Sea-fish ❹

یعنی، "شارک مچھلی (خطرناک سمندری مچھلی)۔

شارک مچھلی بھی مچھلی کی ایک قسم ہے اور اِسے مچھلی ہی کہا جاتا ہے۔

چنانچہ فیروز اللغات میں ہے: "شارک:(Shark) ایک خطرناک مچھلی جو آدمی کو بھی کھا جاتی ہے"۔ ❺

---

❶ الدر المختار شرح تنویر الأبصار، كتاب الذبائح، ص٦٤٢

❷ بہار شریعت، حلال و حرام جانوروں کا بیان، ۳/۱۵/۳۲۴

❸ وقار الفتاویٰ، حلال، شارک مچھلی کا حکم، ۱/۲۱۰

❹ Papular Oxford Practical Dictionary, S, SH, Page no,564, Publishers: Orintal book Society, Lahore

❺ فیروز اللغات، ش، ش-ا، ص ۸۳۳

اور جدید تحقیق کے مطابق بھی شارک، مچھلی کی ایک قسم ہے جیساکہ ۲۰۱۲ میں، مصر میں مچھلیوں کی اقسام پر لکھی گئی ایک کتاب "من عجائب الخلق فِي عالم الأسماك" میں ہے کہ "سمكُ القرش من الأسماك الغَضروفية وهِي أنواع كثيرة تبلغ نحواً منْ ۳۰۰ نوع". (1)

یعنی، شارک مچھلی، غضروفیہ مچھلی (جس میں دانت اور ریڑھ کی ہڈی کے علاوہ کوئی اور ہڈی نہیں ہوتی) کی ایک قسم ہے جس کی اقسام تین سو کے قریب ہیں۔

لہٰذا شارک جب مچھلی ہی ہے تو دوسری مچھلیوں کی طرح یہ بھی حلال ہے۔

چنانچہ مفتی محمد وقار الدین قادری لکھتے ہیں: شارک بھی ایک قسم کی مچھلی ہے "المنجد" (2) میں اِس کی جو تصویر ہے وہ بالکل مچھلی کی ہے اور ابھی کچھ دن پہلے اِس کی تصویر جنگ اخبار میں چھپی وہ ویسی ہی تھی، اِس کی غذا کے متعلق "المنجد" میں لکھا ہے کہ وہ چھوٹی مچھلیاں کھاتی ہے دوسرے دریائی جانور بھی اِس سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں یہ تو ہر مچھلی کی غذا ہے، بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو کھالیتی ہیں اِس لئے یہ وجہِ حُرمت نہیں ہو سکتی۔ (3)

لہٰذا شارک مچھلی کا دوسری مچھلیوں کو کھانا، عِلّتِ کراہت نہیں ہے اور اگر شارک مردہ جانور بھی کھاتی ہو پھر بھی اِس سے حُرمت نہیں آئے گی۔

---

(1) عجائب الخلق فی عالم الأسماك، ص۱۲۸

(2) المنجد فی اللّغة، حرف القاف، تحت الکلمة: قرش، ص۶۱۹

(3) وقار الفتاویٰ، حلال، شارک مچھلی کا حکم، ۱/۲۱۰

چنانچہ علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

(قوله:ولَو متولّدًا في ماءٍ نجسٍ):فلابأسَ بأكلها للحال لِحِلّه بالنّصّ وكونه يَتغذّى بالنّجاسة لا يَمنع حِلّه وأشار بهذا إلى الإبلِ والبقرِالجَلّالة و الدّجاجةِ.❶

یعنی "صاحبِ درِّ مختار" کا قول کہ مچھلی اگرچہ نجس پانی میں پیدا ہوئی ہو، تو بھی اُس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ اِس کے حلال ہونے پر نص وارد ہے اور اِسی طرح اِس کا نجاست کھانا اِس کے حلال ہونے کو مانع نہیں۔ شارح نے اِس قول کے ساتھ اونٹ، گائے جو غلاظت کھاتے ہیں اور مرغی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جیسا کہ یہ جانور حلال ہیں اِسی طرح یہ مچھلی بھی حلال ہے۔

اور مفتی محمد وقارالدین قادری لکھتے ہیں: اِس سے اگر مراد یہ ہے کہ دریا کے مردہ جانور کو کھاتی ہے تو اِس سے حُرمت نہیں ہوگی اور اگر مراد یہ ہے کہ دریا میں جو انسانی مردے ڈال دیئے جاتے ہیں وہ کھاتی ہے تو اِس کی یہ مستقل غذا نہیں ہے بلکہ یہ اُس گائے کی طرح ہے جو کبھی کبھی نجاست کھالیتی ہے، اِس لئے جب تک عام غذا کے طور پر مردہ خوری پر گزارہ نہ کرے گی حلال رہے گی جیسا کہ دوسرے حلال جانوروں کا حکم ہے جب وہ سب حلال ہیں تو اِس مچھلی کے کھانے اور بیچنے میں

---

❶ ردّالمحتار على الدّرالمختار، كتاب الذبائح، ۹/ ۵۱۱

کوئی حرج نہیں۔ [1]

والله تعالىٰ أعلم بالصواب

۳/ رمضان المبارک، ۱۴۲۳ھ-۹/ نومبر، ۲۰۰۲م JIA-348

بیوہ اور اولاد کے درمیان تقسیمِ ترکہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ زید کا انتقال ہوا جس نے پیچھے ایک بیوہ، پانچ بیٹوں اور تین بیٹیوں کو چھوڑا ہے، اب اُن ورثاء کے درمیان مرحوم کی جائیداد قرآن وسنّت کی رُو سے کس طرح تقسیم ہو گی؟ (سائل: C/o مولانا الطاف صاحب، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدّس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں برتقدیرِ صدقِ سائل وانحصارِ ورثاء درمذکورین بعد اُمورِ ثلاثہ متقدمہ علی الاِرث (یعنی کفن دفن کے تمام اخراجات اور اگر مرحوم کے ذمّہ قرض ہو تو اُس کی ادائیگی اور غیر وارث کے لئے وصیت کی ہو تو تہائی مال سے اُسے پورا کرنے کے بعد) مرحوم کا مکمل ترکہ ایک سو چار (۱۰۴) حصوں پر تقسیم ہو گا، جس میں سے بیوہ کو آٹھواں حصہ یعنی تیرہ حصے ملیں گے، کیونکہ میّت کی اولاد ہونے کی صورت میں بیوہ کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: فَاِنۡ كَانَ لَكُمۡ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكۡتُمۡ۔ [2]

---

[1] وقار الفتاویٰ، حلال، شارک مچھلی کا حکم، ۱/ ۲۱۰

[2] النساء: ٤/ ١٢

ترجمہ: پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو اُن کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں۔ (کنز الایمان)

اور علّامہ محب الدین ابوالولید محمد بن محمد المعروف ابن شحنہ حنفی متوفی ۸۱۵ھ لکھتے ہیں: وَالثمن لزَوجة إنْ ثم وَلد: أوْ ولَدالابن وَإنْ كنّ عَدد. ❶

یعنی اور آٹھواں حصّہ بیوی کے لئے ہے اگر اولاد ہو، یا پوتا ہو اگرچہ چند (بیویاں) ہوں۔

اور اس کے تحت آپ کے بیٹے علّامہ ابوالفضل محمد بن محمد بن محمد الملقب بابن الشحنہ صغیر حنفی متوفی ۸۹۰ھ بیان کرتے ہیں: هٰذابيان لمستحِقّي أحَدالفروض المقدّرةِفِي كتاب الله تعالىٰ وهُوالزوجة مَع وجُود ولد الزّوج حقيقةً كان وَ هوالولَدالصّلبي أوْمجازاًوهوولَدالابن ذكراًكَان أوأنثى. ❷

یعنی، یہ کتاب اللہ میں مقرر کئے گئے ذوی الفروض میں سے مستحقین کا بیان ہے اور وہ بیوی ہے، شوہر کی اولاد کے ساتھ خواہ حقیقی اولاد ہو اور یہ صلبی اولاد ہے یا مجازی اولاد ہو اور یہ پوتا ہے خواہ مذکّر ہو یا مؤنث۔

اور بقیہ اکیانوے (۹۱) حصّے مرحوم کی اولاد کے درمیان تقسیم ہوں گے اور وہ اِس طرح کہ ہر ایک بیٹے کو چودہ، چودہ (۱۴،۱۴) حصے ملیں گے جبکہ ہر ایک بیٹی

❶ منظومۃ ابن الشحنہ فی الفرائض، ق ۱۰، مخطوط مصوّر

❷ شرح منظومۃ ابن الشحنہ فی الفرائض، ق ۱۰، مخطوط مصوّر

کو سات، سات (۷،۷) حصے ملیں گے، کیونکہ بیٹے کا حصہ بیٹی کی بنسبت دُگنا ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ. (1)

ترجمہ: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر۔ (کنز الإیمان)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

جمعرات، ۱۱/ جمادی الأولیٰ ۱۴۲۶ھ، ۹/ جون ۲۰۰۵م 38-F.inp

بھائیوں، بہنوں اور ایک بیٹی میں تقسیمِ ترکہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک آدمی فوت ہوگیا اور اُس کے ورثاء میں دو بھائی، چار بہنیں اور ایک بیٹی حیات ہیں، اُن میں سے ہر ایک کو شریعت کی رُو سے کُل جائیداد میں سے کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

(سائل: شفیق احمد شاہ جیلانی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں برتقدیرِ صدقِ سائل وانحصارِ ورثاء در مذکورین بعد اُمورِ ثلاثہ متقدمہ علی الاِرث (یعنی کفن دفن کے تمام اخراجات اور اگر مرحوم کے ذِمے قرض ہو تو اُس کی ادائیگی اور غیر وارث کے لئے وصیت کی ہو تو تہائی مال سے اُسے پورا کرنے کے بعد) مرحوم کا مکمل ترکہ سولہ (۱۶) حصوں پر تقسیم ہوگا جس میں سے بیٹی کو نصف حصہ یعنی آٹھ حصے ملیں گے؛ کیونکہ میت کی صرف ایک بیٹی

(1) النساء: ۴/ ۱۱

ہو، تو اُس کا آدھا حصہ ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ۔ ❶

ترجمہ: اور اگر ایک لڑکی تو اس کا آدھا۔ (کنز الایمان)

اور علامہ شہاب الدین احمد بن محمود رومی سیواسی حنفی متوفی ۸۰۳ھ ❷

لکھتے ہیں: وأمّا البنات الصُلب فأحوَال ثلث، النصفُ والثلُثان والعصُوبة، أمّا النِصف فللوَاحد.

یعنی اور حقیقی بیٹی کے تین احوال ہیں: نصف، ثلث اور عصبہ، نصف حصّہ ہوگا ایک بیٹی کے لئے۔

اور بقیہ آٹھ حصے مرحوم کے بھائیوں اور بہنوں میں تقسیم ہوں گے اور وہ اس طرح کہ ہر ایک بھائی کو دو، دو (۲،۲) حصے ملیں گے جبکہ ہر ایک بہن کو ایک، ایک (۱،۱) حصہ ملے گا کیونکہ بھائی کا حصہ بہن کی بنسبت دُگنا ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ۔ ❸

ترجمہ، اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر۔ (کنز الایمان)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

---

❶ النساء: ٤/ ١١

❷ المنهاج شرح السراجية، ق ١٥، مخطوط مصور

❸ النساء: ٤/ ١٧٦

بدھ، ۱۱/ رجب المرجب، ۱٤۳٤ھ، ۲۲/ مئی ۲۰۱۳م 849F

بیوہ، پانچ بیٹوں اور تین بیٹیوں کے درمیان تقسیم ترکہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہمارے والد صاحب کا انتقال ہوا جن کے ورثاء میں ایک بیوہ، تین بیٹیاں اور پانچ بیٹے ہیں، والد صاحب کی جائیداد میں ایک مکان ہے، بصُورتِ تقسیم اُس میں کس کا کتنا حصہ ہو گا؟ (سائل: فقیر محمد سومرو، ہنگورجا، ضلع خیرپور، سندھ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں برتقدیر صدقِ سائل وانحصارِ ورثاء در مذکورین بعد اُمورِ ثلاثہ متقدّمہ علی الارث (یعنی کفن دفن کے تمام اخراجات اور اگر مرحوم کے ذمہ قرض ہو تو اُس کی ادائیگی اور غیر وارث کے لئے وصیت کی ہو تو تہائی مال سے اُسے پورا کرنے کے بعد) مرحوم کا مکمل ترکہ ایک سو چار (۱۰۴) حصوں پر تقسیم ہو گا، جس میں سے بیوہ کو آٹھواں حصہ یعنی تیرہ (۱۳) حصے ملیں گے؛ کیونکہ میّت کی اولاد ہونے کی صُورت میں بیوہ کا آٹھواں حصّہ ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ۔ [1]

ترجمہ: پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں۔ (کنز الایمان)

اور بقیہ اکیانوے (۹۱) حصّے مرحوم کی اولاد کے درمیان اِس طرح تقسیم

[1] النساء: ٤/ ١٧٦

ہوں گے کہ ہر ایک بیٹے کو چودہ، چودہ (۱۴،۱۴) حصے ملیں گے جبکہ ہر ایک بیٹی کو سات، سات (۷،۷) حصے ملیں گے، کیونکہ بیٹے کا حصہ بیٹی کی بنسبت دُگنا ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔ (1)

ترجمہ: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر۔ (کنز الایمان)

اور علامہ حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ اور علامہ معین الدین محمد بن عبد اللہ ہروی المعروف بملّا مسکین حنفی متوفی ۹۵۴ھ لکھتے ہیں: (وعصبها الابن وله مثلا حظها) أيْ لكلّ بنت سَهم ولكُلّ ابن (سهمان) (2)

یعنی، اور بیٹی کو بیٹا عصبہ بناتا ہے اور بیٹے کے لئے بیٹی کے حصہ کی دو مثل ہے یعنی ہر بیٹی کے لئے ایک حصہ ہے اور ہر بیٹے کے لئے دو حصے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲۷/ محرم الحرام، ۱۴۳۱ھ، ۱٤/ ینایر ۲۰۱۰م　　576-F

نبی کریم ﷺ نے دُوسری شادی کن سے فرمائی ہے؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سب سے

---

(1) النساء: ٤/ ١١

(2) کنز الدقائق و شرحہ ملّا مسکین، کتاب الفرائض، ٢/ ٢٩٢

پہلے کس سے شادی فرمائی؟ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے۔ بینوا و توجروا عند اللہ

(سائل: محمد شہزاد قادری، نیا آباد کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد سب سے پہلے اُمّ المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی فرمائی ہے اور پھر اُن کی رخصتی سے پہلے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی سندھی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: فِی شوّالِ تزوّج صلّی الله عَلیه وسلّم بِسودةَ بنتِ زَمعةَ بعدَ وفاةِ خديجةَ وهِی أوّلُ امْرأةٍ نكَحها رَسولُ الله صلى الله عليه وسلم بعد خديجةَ وأمّا عائشةُ فقد كان تَزَوَّجها بعد سَودةَ فی شوالِ سَنَةَ عشرِ مِنَ النّبُوّة أيضاً ملخصاً. (1)

یعنی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد اُمّ المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شوال کے مہینے میں شادی فرمائی ہے اور آپ وہ پہلی عورت ہیں جن سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد

---

(1) بذل القوۃ فی حوادث سِنی النبوۃ، القسم الأول، فصل فی حوادث السنة العاشرة من النبوة، ص ۲۷۰

نکاح فرمایاہے اوران کے بعدامّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاسے شوال کے مہینے، ۱۰ نبوی سن میں نکاح فرمایاہے۔

اورعلامہ احمد بن محمد قسطلانی شافعی متوفی۹۲۳ھ لکھتے ہیں:وتزوّجھا صلّی اللہُ عَلیہِ وَسلّم بِمکّۃ بعدَ موتِ خدیجۃَ قبلَ أن یعقدَ عَلی عائشۃَ. ❶

یعنی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاکی وفات کے بعد حضرت عائشہ سے عقدِ نکاح فرمانے سے قبل حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاسے نکاح فرمایا۔

اورعلامہ محمد زرقانی مالکی متوفی۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:کانتْ سودۃُ أوّل امْرأۃٍ تزوّجھَا بعدَ خدیجۃَ. قَال الیَعمرِی وھُو الصّحیْح. ❷

یعنی، حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاوہ پہلی خاتون ہیں جن سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاکے بعد نکاح فرمایاہے،امام یَعمری نے فرمایااوریہی صحیح ہے۔

اورحافظ فتح الدین محمد بن سیّد النّاس شافعی متوفی ۷۳۴ھ لکھتے ہیں:فأوّل من تزوّج خدیجۃُثمّ سودۃُ بنتُ زمعۃ ابن قَیس بن عبدشمس بن عبد وُدّ بن نَصربن مَالك بن حَسل بن عَامرابن لُؤی بعدخَدیجۃ علی

❶ المواھب اللدُنّیۃ،المقصد الثانی،الفصل الثالث فی ذکر أزواجہ الطاھرات إلخ،۱/ ۴۰۵

❷ شرح العلّامۃ الزّرقانیّ علی المواھب اللّدنیۃ،فی ذکر أزواجہ الطاھرات إلخ،سودۃ أمّ المؤمنین،تحت قولہ:ولم یذکر ابن قتیبۃ غیرہ،۴/ ۳۷۸

الصّحیح. ❶

یعنی، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سب سے پہلے جس سے شادی فرمائی وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں پھر صحیح قول کے مطابق حضرت خدیجہ کے بعد ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدوُدّ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر ابن لوی کے ساتھ نکاح فرمایا۔

اور ایک قول کے مطابق آپ نے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا ہے۔

چنانچہ علّامہ قسطلّانی لکھتے ہیں: و یقالُ تزوّجھا بعدَ عائشةَ. ❷

یعنی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت عائشہ کے بعد نکاح فرمایا ہے۔

اور ان دونوں اقوال کے درمیان تطبیق بیان کرتے ہوئے علّامہ قسطلانی اور علّامہ زرقانی لکھتے ہیں: قَال عَبدُ اللهِ بْن مُحمّد بن عقیْل (ویجمعُ بینَ القَولینِ بأنّه صلّی اللهُ علیهِ وسلّم عقدَ عَلی عائشةَ قبلَ سودةَ) أی قَبل الدّخولِ بسودةَ لَا قبْل العقدِ عَلیْها... فَلا ینَافی أنّه عقدَ علیهَا قَبل عائِشة (ودخلَ بسودةَ قبلَ عَائشة) بعدَ عقدِه عَلی عائشةَ (والتّزویج یطلقُ عَلی کُلّ منهُما) مِن العَقدِ والدّخولِ فیحملُ الأوّل عَلی العَقدِ والثّانِی عَلی الدّخُولِ لکوْنِه سَبباً

---

❶ عیون الأثر، ذکر أزواجه... إلخ، ۲/ ۳۸٤

❷ المواهب اللدُنّیة، المقصد الثانی، الفصل الثالث فی ذکر أزواجه الطاهرات إلخ، ۱/ ٤۰۵

فِیه فیتفقُ القَولانِ.❶

یعنی، امام عبداللہ بن محمد بن عقیل نے کہا کہ دونوں اقوال کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح، حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پہلے کیا یعنی حضرت سودہ کی رخصتی سے پہلے کیا، یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت سودہ سے عقدِ نکاح ہونے سے قبل حضرت عائشہ سے نکاح فرمایا ہے، لہٰذا یہ اِس بات کے منافی نہیں کہ آپ نے حضرت سودہ سے نکاح، حضرت عائشہ سے پہلے فرمایا ہے اور حضرت سودہ سے قربت حضرت عائشہ سے عقدِ نکاح ہو جانے کے بعد فرمائی ہے اور لفظِ "تزویج" نکاح اور قُربت دونوں پر بولا جاتا ہے، پس پہلے قول کو عقد پر اور دوسرے کو قُربت پر محمول کیا جائے گا، لہٰذا دونوں اقوال میں تطبیق ہو جائے گی۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد سب سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقدِ نکاح فرمایا اور پھر اُن کی رخصتی سے قبل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۲۰ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ. ۱۵، مئی ۲۰۰۱ م Ref: 030-2001(JIA-64)

کیا شلوار سے پہلے قمیص پہننا سنت ہے؟

---

❶ شرح العلّامة الزّرقانی علی مواهب اللدنیة، فی ذکر أزواجه الطاهرات إلخ، سودة أمّ المؤمنین، ٤/ ٣٧٨

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ لباس پہنتے وقت شلوار پہلے پہننی چاہیے یا قمیص، دُرست طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا (سائل: محمد عاصم، بی ایریا ملیر کالونی، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں پہلے قمیص پہننی چاہیے کہ یہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔

چنانچہ علامہ ابو نعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں: وإنّ مِن لبسةِ الأنبياءِ القَميص قبلَ السّراويلِ.❶

یعنی، انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام شلوار سے پہلے قمیص پہنتے تھے۔

اورامام محمد بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۷۳ھ لکھتے ہیں: ومِن سنّةِ الأنبياءِ لُبس القَميصِ قبلَ السّراويلِ.❷

یعنی، اور شلوار سے پہلے قمیص پہننا انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنّت ہے۔

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: در ''شرعۃ الاسلام''❸ کہ سراویل بعد از پیراہن پوشد کہ پوشیدن پیراہن پیش از سراویل سنت انبیاء علیہم السلام است۔❹

---

❶ معرفة الصّحابه، الكنى، باب الراء، أبو رُهم السمعي، برقم: ٦٨٢٦، ٤/ ٤٧٠

❷ شرعة الإسلام إلى دار السلام، الفصل السادس والثلاثون في سنن اللبس، ٢٠٤

❸ شرعة الإسلام إلى دار السلام، الفصل السادس والثلاثون في سنن اللبس، ٢٠٤

❹ بياض هاشمی، كتاب اللباس، ٢/ ق٣٤٩، مخطوط مصوّر

یعنی، "شرعۃ الاسلام" میں ہے کہ قمیص پہننے کے بعد شلوار کو پہنا جائے؛ کیونکہ شلوار سے پہلے قمیص پہننا انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

۲۹/ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ، ۲۶ مئی ۲۰۰۱م JIA-73

خطبہ میں خلیفہ اوّل کے والد کا نام ذِکر نہ کرنے کی وجہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ خطبہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت اُن کے والد کی طرف نہیں کی جاتی جبکہ باقی خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسبت اُن کے آباء کی طرف کی جاتی ہے، خلیفہ اوّل کے ذکر میں ترکِ نسبت کی کیا وجہ ہے؟ بیّنوا و توجروا عند الله

(سائل: محمد راشد، موسیٰ لین، کراچی)

باسمه تعالى و تقدس الجواب: خطبہ میں امیرُ المؤمنین حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت اُن کے والد کی طرف نہ کرنے کی وجہ لفظی اَمر ہے اور اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مخدوم عبد الواحد سیوستانی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں: و الوجهُ فِيه أمرٌ لفظيّ وهُو أنّ الصِّديقَ رَضى اللهُ تعالىٰ عَنه و إنْ كانَ اسْمه عَبد اللهِ لكنّه اشتهرَ بكنيةِ أبِي بكرٍ و كذلكَ والِده رضِي اللهُ تعالىٰ عَنه و إنْ كانَ اسمُه عثمان لكنّه مشهوراً بكنيةِ أبِي قُحافةَ فلَو نسبَ الكُنية مَع تكرارِ لفظِ الأبِ لأدّى ذلكَ إلى الثّقلِ فى اللّفظ كَما يشهدُ بِه الذّوقُ السّليم و لَو نسبَ الإسْم إلى إسمٍ لم يحصل التّعريفُ المطلُوب لعدمِ الشُّهرةِ بالإسمِ فأقيمَ الوصفُ المشهورُ بالصّديقِ مقَام النِّسبةِ لأنّ الغرضَ هُو التّعرِيف هُو كَما يحصلُ بذكر

النّسبةِ فكذلكَ يتحقّقُ بذِكرِ الوَصفِ المشهُورِ. ❶

یعنی: اور خطبے میں حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت اُن کے والد کی طرف نہ کرنے کی وجہ لفظی اَمر ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اگرچہ عبد اللہ ہے لیکن آپ اپنی کنیت "ابو بکر" سے مشہور ہیں اسی طرح آپ کے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اگرچہ عثمان ہے لیکن آپ اپنی کنیت "ابو قحافہ" سے مشہور ہیں، پس اگر کنیت کو لفظِ "اَب" کی تکرار کے ساتھ منسوب کیا جائے (یعنی، ابو بکر بن ابی قحافہ ذکر کیا جائے) تو یہ الفاظ میں ثقل کی طرف لے جاتا ہے جیسا کہ ذوقِ سلیم اِس کی گواہی دیتا ہے اور اگر نام کو نام کی طرف منسوب کیا جائے (یعنی عبد اللہ بن عثمان ذکر کیا جائے) تو نام کے ساتھ مشہور نہ ہونے کی وجہ سے پہچان حاصل نہیں ہو گی جو کہ مطلوب ہے، پس مشہور وصف (صدیق) کو نسبت کی جگہ رکھا گیا ہے کیونکہ مقصود پہچان کروانا ہے اور یہ جس طرح نسبت کے ذِکر سے حاصل ہو جاتی ہے ویسے ہی مشہور وصف کو ذِکر کرنے سے بھی متحقّق ہو جاتی ہے۔

اور مفتی جلال الدین احمد امجدی حنفی متوفی ۱۴۲۲ھ لکھتے ہیں: کسی کے باپ کا نام اس لئے ذکر کیا جاتا ہے کہ مخاطب کو اُس شخص کی تعیین میں پریشانی نہ ہو اُس لئے کہ ایک نام کے بہت سے لوگ ہوتے ہیں، اور جب کسی شخص کا لقب یا تخلّص وغیرہ مشہور و معروف بین النّاس ہوتا ہے تو اُس لقب یا تخلّص کے بعد باپ کے ذِکر کی حاجت باقی نہیں رہ جاتی۔ جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا تو واضح ہو کہ عمر، عثمان اور علی نام

---

❶ فتاویٰ واحدی، کتاب الصلاۃ، فصل فی الجمعۃ، ۱/ ۲۳۵

کے بہت سے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور بزرگانِ دین ہوئے ہیں اگر خطبہ میں خلفائے ثلاثہ کے نام کے ساتھ اُن کے باپ کا ذکر نہ کیا جائے تو سامعین کو شُبہ ہو سکتا ہے لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آپ کا لقب صدیق ایسا مشہور بین السّماء والأرض ہے کہ اِس لقب کے ذِکر کر دینے کے بعد باپ کے ذِکر کی حاجت باقی نہیں رہ جاتی اس لئے کہ ابو بکر بہت گزرے ہیں مگر ان میں کوئی صدیق نہیں لیکن اس کے باوجود اگر کوئی خطیب ان کے باپ ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ میں نام لے تو بلاشبہ جائز ہے کوئی حرج نہیں۔ (1)

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

۶/ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ، ۲ مئی ۲۰۰۱ء JIA-5

مدرّس کے لئے سلام کے جواب کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ سلام کرنا سنّت ہے اور جواب دیناواجب ہے۔ اگر سلام کرنے والا ایسے شخص کو سلام کرے جو تدریس میں مصروف ہو تو کیا اُس پر بھی سلام کا جواب دیناواجب ہو گا؟ (سائل: مجیب، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدّس الجواب: یہ درست ہے کہ سلام کرنا سنّت اور جواب دیناواجب ہے مگر یہ حکم مطلق نہیں ہے بعض صُورتیں ایسی بھی ہیں کہ جن میں جواب دیناواجب نہیں ہے، اُن میں سے ایک مدرّس بھی ہے، جو تدریس میں

---

(1) فتاوی فیض الرسول، نماز جمعہ کا بیان، ۱/ ۴۲۰

مصروف ہو۔

چنانچہ فقیہ النفس علّامہ حسن بن منصور اُوز جندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ (1) اور اُن کے حوالے سے علّامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ (2) لکھتے ہیں: وَلو سلّم علی القاضِي أو المدرّس، قالُوا: لا یجبُ علیه الردّ.

یعنی، اور اگر قاضی یا مدرّس کو سلام کیا تو فقہائے کرام نے فرمایا کہ اُس پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔

اور علّامہ نجم الدین مختار بن محمد زاہدی حنفی متوفی ۶۵۸ھ (3) اور اُن کے حوالے سے علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور عُلمائے ہند کی ایک جماعت (4) نے لکھا ہے: ولا یُسلّم المُتفقّه علی أستاذِه، ولو فعلَ لا یجبُ ردّ سلامِه.

یعنی، فقہ سیکھنے والا اپنے اُستاد کو سلام نہ کرے اور سلام کیا تو اُس پر جواب دینا واجب نہیں۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: عالمِ دین تعلیم علمِ دین میں مشغول ہے، طالب علم آیا تو سلام نہ کرے اور سلام کیا تو اُس پر

---

(1) فتاوی قاضی خان علی هامش الهندیة، کتاب الصّلاة، باب الأذان، ۱/ ۸۰

(2) البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصّلاة، باب الأذان، تحت قوله: و یستقبل بهما القبلة، ۱/ ٤٤٩

(3) القنیة المنیة، کتاب الکراهیة والاستحسان، باب فی السّلام والمصافحة إلخ، ق ۱۰۰/ ب، مخطوط مصوّر

(4) الفتاوی الهندیة، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام وتشمیت العاطس، ۱/ ۳۲٦

جواب دینا واجب نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگرچہ وہ پڑھا نہ رہا ہو سلام کا جواب دینا واجب نہیں؛ کیونکہ یہ اُس کی ملاقات کو نہیں آیا ہے کہ اُس کے لیے سلام کرنا مسنون ہو بلکہ پڑھنے کے لیے آیا ہے، جس طرح قاضی کے پاس جو لوگ اجلاس میں جاتے ہیں وہ ملنے کو نہیں جاتے بلکہ اپنے مقدمہ کے لیے جاتے ہیں۔[1]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۹/ صفر المظفر، ۱٤٤٥ھ-۱۵/ ستمبر، ۲۰۲۳م

[1] بہارِ شریعت، سلام کا بیان، ۳/۱٦/۴٦۲

ماخذومراجع

کلام اللہ عزّوجلّ

(۱)ترجمہ:کنزالإیمان

کُتبِ تفسیر

(۲)**تفسیر الطّبری** للإمام أبی جعفرمحمدبن جر یرالطّبری (ت۳۱۰ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیّة ، بیروت،الطبعة الرابعة:۱٤۲٦ھ. ۲۰۰۵م

(۳)**تفسیرابن أبی حاتم** للإمام أبی محمّدعبدالرّحمٰن بن محمدابن أبی حاتم الرّازی (ت ۳۲۷ھ)،الناشر : مکتبة نزار مصطفیٰ الباز،الطبعة الثانیة۱٤۱۹ھ

(٤)**أحکام القرآن** للجصّاص للإمام أحمد بن علی أبی بکر أحمد الرازی الجصّاص الحنفی(ت ۳۷۰ھ)مطبوعة:دارإحیاءالتراث العربی،بیروت،الطبعة ۱٤۱۲ھ، ۱۹۹۲م

(۵)**بحرالعلوم المعروف بتفسیرالسمرقندی**للإمام أبی اللّیث نصربن محمدالسّمرقندی حنفی متوفیٰ ۳۷۳ھ،مطبوعة:دارالفکر،بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۱٦ھ.۱۹۹٦م

(٦)**الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز** للعلّامة أبی الحسن علی بن أحمد بن محمد واحدی نیشابوری الشّافعی المتوفیٰ ٤٦۸ھ،مطبوعة:دار القلم،بیروت،الطعة الأولیٰ۱٤۱۵ھ

(۷)**تفسیرالسّمعانی** للعلّامة أبی المظفّرمنصُوربن محمّدسمعانی الحنفی ثم الشّافعی (ت٤۸۹ھ)، مطبوعة:دار الوطن،الریاض،الطبعه الأولیٰ۱٤۱۸ھ.۱۹۹۷م

(۸)**أحکام القرآن** لأبی بکر محمّد بن عبد الله ابن العربی (ت٥٤۳ھ)، مطبوعة: دارالکتب العلمیّة، بیروت

(۹)**التفسیر الکبیر**للإمام فخرالدین أبی عبدالله محمدبن عمرالرّازی (ت٦۰٦ھ)، مطبوعة:دار إحیاء التراث العربی،بیروت، الطبعة الثالثة۱٤۲۰ھ. ۱۹۹۹م

(۱۰)**مدارک التنزیل وحقائق التأویل** للإمام أبی البرکات عبدالله بن أحمدالنسفی الحنفی (۷۱۰ھ)، مطبوعة:دار الفکر،بیروت

(١١)**تفسیر الخازن المسمّی لباب التأویل فی معانی التنزیل** للإمام علاء الدین علی بن محمد بن إبراهیم البغدادی الشافعی الشهیر بالخازن (ت٧٢٥ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولیٰ ١٤٢٥ھ. ٢٠٠٤م

(١٢)**تفسیر ابن کمال باشا** للفقیه الأعظم شمس الدّین أحمدبن سُلیمان ابن کمال باشا الرُومی الحنفی (ت٩٤٠ھ)،مطبوعة:مکتبة الإرشاد،الطبعة الأولیٰ ١٤٣٩ھ. ٢٠١٨م

(١٣)**رُوح البیان** لأبی الفِداءالعلّامة إسماعیل حقّی بن مصطفی الحنفی (ت١١٢٧ھ)،مطبوعة:دار الفکر،بیروت

(١٤)**تفسیرالمظهری** للقاضی محمّد ثناء الله العُثمانی الحنفی النقشبندی المظهری (ت١٢٢٥)،مطبوعة:دار إحیاء التراث العربی،بیروت،الطبعة الأولیٰ١٤٢٥ھ، ٢٠٠٤م

(١٥)**خزائن العرفان** لصدر الأفاضل السیّد محمّد نعیم الدین الحنفی (ت١٣٦٧ھ)،مطبوعة:ضیاء القرآن،لاهور

(١٦)**تفسیر نور العرفان**للمفتی أحمد یار خان النعیمی الحنفی (ت١٣٩١ھ)، مطبوعة:پیر بهائی کمپنی، لاهور

کتُبِ حدیث

(١٧)**المصنّف لعبد الرّزاق** للإمام أبی بکرعَبدالرّزاق بن همام بن نافع الصنعَانی(ت ٢١١ھ)، مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢١ھ. ٢٠٠٠م

(١٨)**المصنّف لابن أبی شیبة**للحافظ أبی بکرعبدالله بن محمّدابن أبی شیبة(ت ٢٣٥ھ)،مطبوعة:دار الفکر،بیروت،١٤١٤ھ. ١٩٩٤م

(١٩)**المسند لأحمد** للإمام الحافظ أحمدبن محمّد بن حنبل(ت٢٤١ھ)،مؤسّسة الرسالة،بیروت،الطبعة الأولیٰ ١٤١٦ھ.١٩٩٥م

(٢٠)**سُنَن الدّارمی**للإمام أبی محمّدعبدالله بن عبدالرّحمٰن الدّارمی(ت ٢٥٥ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیّة،بیروت،الطبعةالأولیٰ ١٤١٧ھ. ١٩٩٦م

(٢١)**صحیح البُخاری** للإمام الحافظ أبی عبد الله محمد بن إسماعیل البخاری (ت٢٥٦ھ)مطبوعة:دار الکتب العلمیّة، بیروت، ١٤٢٠ھ.١٩٩٩م

(۲۲)**صحیح مسلم** للإمام مُسلم بن الحجّاج القشیری النیسابوری (ت۲٦١ھ)،مطبوعة:دار إحیاء التراث العربی،بیروت
(۲۳)**سُنَن ابن ماجة** للإمام المحدّث أبی عبد الله محمّد بن یزید القُزوینی (ت۲۷۳ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولی١٤١٩ھ. ١٩٩٨م
(٢٤)**سُنَن أبی داود** للإمام الحافظ المصنف المتقن أبی داود سلیمان بن الأشعث السّجستانی الأزدی (ت ٢٧٥ھ)، مطبوعة:دار ابن حزم،بیروت،الطّبعة الأولی١٤١٨ھ. ١٩٩٧م
(۲٥)**الشمائل المحمّدیة** للإمام أبی عیسیٰ محمّد بن عیسیٰ بن سَورة التِرمذی (ت۲۷۹ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیّة،بیروت،الطبعة الأولیٰ ١٤٢٣ھ- ٢٠٠٢م
(۲٦)**سُنَن التِرمذی** للإمام أبی عیسیٰ محمّد بن عیسیٰ بن سورة التّرمذی (ت۲۷۹ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولی١٤٢١ھ-٢٠٠٠م
(۲۷)**بُغیة الباحِث عن زوائد مُسند الحارث**للإمام أبی محمّدالحارث بن محمّد داهر تمیمی(ت ۲۸۲ھ)مطبوعة:مرکز خدمة السنّة والسیرة النبویة،المدینة المنوّرة،الطبعة الأولی١٤١٣ھ. ١٩٩٢م
(۲۸)**سُنَن النّسائی المسمی بالمجتبی** للإمام أبی عبد الرّحمن أحمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر الخراسانی النّسائی(ت۳۰۳ھ)،مطبوعة:دار الفکر،بیروت،الطبعة الأولیٰ ١٤١٥ھ-١٩٩٥م
(۲۹)**شَرح معانی الآثار**للإمام أبی جعفر أحمد بن محمّد الطحاوی الحنَفی (ت۳۲۱ھ)،مطبوعة:عالم الکتب، بیروت،الطبعة الأولی١٤١٤ھ-١٩٩٤م
(۳۰)**شرح مُشکل الآثار**للإمام أبی جَعفر أحمد بن محمّد الطحاوی الحنَفی (ت۳۲۱ھ)،مطبوعة:مؤسّسة الرسالة،بیروت،الطبعة الثانیة١٤٢٧ھ- ٢٠٠٦م
(۳۱)**صحیح ابن حِبان** لمحمّد بن حِبان بن أحمد(ت۳٥٤ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیّة،بیروت، الطّبعة الثانیة١٤١٧ھ.١٩٩٦م
(۳۲)**المعجم الأوسَط** للإمام الحافظ أبی القاسم سُلیمان بن أحمد بن أیوب اللّخمی الطّبرانی (ت۳٦۰ھ)، مطبوعة:دار الکتب العلمیّة،بیروت،الطبعة الأولیٰ ١٤٢٠ھ.١٩٩٩م
(۳۳)**سُنَن الدّار قُطنی** للإمام الحافظ علی بن عُمر الدّار قطنی (ت۳۸٥ھ) ، مطبوعة:دار الکتب العلمیة، بیروت،الطبعة الأولی١٤١٧ھ. ١٩٩٦م
(۳٤)**مَعالم السُّنن** للعلّامة خطّابی (ت۳۸۸ھ)،الناشر:المطبعة العلمیة، حلب، الطبعة الأولیٰ ١٣٥١ھ. ١٩٣٢م

(۳۵)**المستدرك على الصحيحين**للإمام أبوعبدالله محمّدبن عبدالله حاكم نيساپورى (ت۴۰۵ھ)، مطبوعة: دار المعرفة،بيروت، الطبعة الثانية۱۴۲۷ھ. ۲۰۰۶م

(۳۶)**معرفة الصّحابة**للعلّامةأبي نعيم أصفهاني (ت۴۳۰ھ)، مطبوعة:دارالكتب العلمية،بيروت، الطبعة الأولى۱۴۲۲ھ. ۲۰۰۲م

(۳۷)**السّنن الكبرىٰ** للإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي (ت۴۵۸ھ)، مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت، الطبعة: ۱۴۲۰ھ. ۱۹۹۹م

(۳۸)**الاستيعاب فى معرفة الأصحاب** للإمامأبى عمر يوسف بن عَبد الله بن محمّدالنمرى القُرطبى (ت۴۶۳ھ)،مطبوعة:دارالجيل بيروت، الطبعةالأولى ۱۴۱۲ھ - ۱۹۹۲م

(۳۹)**شرح السنّة**للإمام أبي محمّدحسين بن محمّدالشافعي (ت۵۱۶ھ)، مطبوعة:دار الكتب العلميّة، بيروت،الطبعة الثانية۱۴۲۴ھ.۲۰۰۳م

(۴۰)**شِرعة الإسلام إلىٰ دارالسّلام** للإمام محمّدبن أبي بكرالحنفي (ت۵۷۳ھ)، مطبوعة:دار اللّباب، بيروت،الطبعة الأولىٰ ۱۴۴۰ھ. ۲۰۱۹م

(۴۱)المنهاج شرح صَحيح مسلم للإمام يحي بن شرف النّووى الدّمشقى الشّافعى (ت۶۷۶ھ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولى۱۴۲۱ھ-۲۰۰۰م

(۴۲)**عُيون الأثر**للحافظ فتح الدّين محمّدبن سيدالنّاس الشّافعى(ت ۷۳۴ھ)،دارالقَلم،بيروت،الطبعة الأولى۱۴۱۴ھ.۱۹۹۳م

(۴۳)**الكاشف عن حقائق السّنن** على مِشكاة المصَابيح للعلّامة شرف الدين حسين بن محمّد الطِيبى الشّافعى(ت۷۴۳ھ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولى۱۴۲۲ھ-۲۰۰۱م

(۴۴)**الجوهَر النّقى** لِلعلّامه على بن عثمان ابن تركمانى (ت۷۵۰ھ)، مطبوعة:دارالفكر،بيروت

(۴۵)**الإبهَاج فى شَرح المِنهاج** للعلّامة تاج الدّين أبى نصرعبدالوهّاب بن على السّبكى الشّافعى(ت ۷۷۱ھ)،مطبوعة:دارالكتب العلميّة،بيروت،عام النّشر ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵م.

(۴۶)**عُمدة القارى** للإمام بدر الدّين أبي محمّد محمود بن أحمد العينى الحنفى (ت۸۵۵ھ)، مطبوعة:دار الفكر،بيروت،الطبعة الأولى۱۴۱۸ھ-۱۹۹۸م)

(٤٧)**المقاصد الحسنة** للعلّامة شمس الدّين أبي الخير محمّد بن عبد الرّحمٰن سخاوی (ت٩٠٢هـ)، مطبوعة: دار الكتب العربي، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٥هـ. ١٩٨٥م

(٤٨)**الشّمائل الشريفة** مع شرحه للحافظ جلال الدين عبد الرّحمٰن السّيوطي الشّافعي (ت٩١١هـ)، مطبوعة: دار طائر العلم

(٤٩)**المواهب اللّدنيّة** للعلّامة أحمد بن محمّد القسطلّاني الشّافعي (ت٩٢٣هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٦هـ-١٩٩٦م

(٥٠)**كنز العمّال** للعلّامة علاؤالدّين علي بن حسام الدّين الشّاذلي الهندي (ت ٩٧٥هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٤هـ. ٢٠٠٤م

(٥١)**مرقاة المفاتيح** للعلّامة نور الدين علي بن سلطان القاري الهروي الحنفي (ت١٠١٤هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢ هـ-٢٠٠١م

(٥٢)**فيض القدير** للعلّامة عبد الرّؤوف المناوي الشّافعي (ت١٠٣١هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلميّة، بيروت، ١٤٢٢هـ. ٢٠٠١م

(٥٣)**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح** للشيخ عبد الحقّ المحدّث الدهلوي الحنفي (ت١٠٥٢هـ)، مطبوعة: دار النّوادر، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٥هـ. ٢٠١٤م

(٥٤)**شرح المواهب اللّدنية** للعلّامة محمّد الزّرقاني المالكي (ت١١٢٢هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ-١٩٩٦م

(٥٥)**بذل القوّة في حوادث سني النبوّة** لشيخ الإسلام مخدوم محمّد هاشم التهتوي السندهي الحنفي (ت١١٧٤هـ)، مطبوعة: دار الفتح، عمّان، الطبعة الاولىٰ ١٤٣٧هـ، ٢٠١٦م

(٥٦)تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي للعلّامة أبي العلا محمّد عبد الرّحمٰن بن عبد الرّحيم المباركفوري (ت١٣٥٣هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلميّة، بيروت

(٥٧)**مرأة المناجيح شرح مشكاة المصابيح** للمفتي أحمد يار خان النّعيمي الحنفي (ت١٣٩١هـ)، مطبوعة: قادری پبلشرز، لاہور، اشاعت: ٢٠٠٩م

كُتبِ فقه

(٥٨)**الجامع الصغير** للإمام محمّدبن حسن الشيباني الحنفي (ت١٨٩ھ)، مبطوعة: دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولى١٤٣٢ھ-٢٠١١م

(٥٩)**أصُول الكرخي** للإمام أبي الحسن عبيد الله بن الحسين الكَرخي الحنفي(ت٣٤٠ھ) مع شرحه للنّسفي،مطبوعة:دار الرّياحين،بيروت،الطبعة الأولى١٤٤٢ھ-٢٠٢١م

(٦٠)**مختصر القدوري** للإمام أبي الحسين أحمد بن محمد بن أحمد بن جعفر بن حمدان القدوري البغدادي الحنفي(ت٤٢٨ھ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولى١٤١٨ھ-١٩٩٧م

(٦١)**شرح مختصر الكرخي** للإمام أبي الحسين أحمد بن محمّد بن أحمد بن جعفر بن حمدان القدوري البغدادي الحنفي(ت٤٢٨ھ)،مطبوعة:مكتبة الإمام الذّهبي،الكويت،الطبعة الأولى١٤٤٣-٢٠٢٢م

(٦٢)**الفقيه والمتفقه** للإمام أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي (ت٤٦٣ھ)، مطبوعة: دار ابن الجوزي، السعودية، الطبعة الثانية ١٤٢١ھ)

(٦٣)**كتاب المبسوط** لشمس الأئمة محمّد بن أحمد بن أبي سَهل السّرخسي أبي بكر الفقيه الحنفي(ت ٤٨٣ھ)، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى١٤٢١ھ- ٢٠٠٠م

(٦٤)**الفتاوى الولوالجية** للعلّامة أبي الفتح ظهيرالدين بن عبدالرّزّاق الوَلوَالجي الحنفي(متوفى بعد ٥٤٠ھ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤ھ.٢٠٠٣م

(٦٥)**خُلاصة الفتاوى** للشيخ طاهر بن أحمد بن عبد الرشيد بن الحسن الإمام افتخار الدين البخاري الحنفي السّرخسي(ت٥٤٢ھ) مع مجموعة الفتاوى، مكتبة رشيدية، كوئٹہ

(٦٦)**خِزانة الأكمل** للإمام أبي يعقوب يوسف بن علي الجرجاني الحنفي(ت بعد سنة ٥٥٢ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولى١٤٣٦ھ-٢٠١٥م

(٦٧)**الفتاوى السّراجية** للعلّامة سراج الدّين علي بن عثمان بن محمّد التيمي الأوشي الفَرغاني الحنفي (ت ٥٦٩ھ)،مطبوعة: مير محمد كتب خانه، كراتشي

(٦٨)**المحيط الرّضوي** للعلّامة رضي الدين محمّدبن محمد السرخسي الحنفي (ت٥٧١ھ)،مطبوعة: دار الكتب، بشاور

(٦٩)**بدائع الصّنائع** للإمام علاء الدّين أبي بكر بن مسعود الكاساني الحنفي (ت٥٨٧ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨ھ. ١٩٩٧م

(۷۰)**شرح الزّیادات** للعلّامةالفقیه حسن بن منصورأوزجندی الحنفی (ت۵۹۲ھ)،مطبوعة:دار إحیاءالتراث العربی،بیروت
(۷۱)**فتاوی قاضیخان علی هامش الهندیة** للإمام فخر الدین حسن بن منصور الأوزجندی الفرغانی الحنفی(ت۵۹۲ھ)،مطبوعة:دار المعرفة،بیروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳م.
(۷۲)**الهدایة فی شرح بدایة المبتدی** لشیخ الإسلام برهان الدین علی بن أبی بکر المرغینانی الحنفی (ت۵۹۳ھ)،مطبوعة:دار الأرقم،بیروت
(۷۳)**خُلاصة الدّلائل فی تنقیح المسائل** للعلّامةحسّام الدین علی بن مکّی الرّازی الحنفی (ت ۵۹۷ھ)، مطبوعة:مکتبة الرُشد،الریاض،الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۸ھ. ۲۰۰۷م
(۷٤)**السّراجیة(فی المیراث)** للإمام سراج الدین محمد بن محمد بن عبد الرشید بن طیفور أبو طاهر السجاوندی الحنفی(ت فی حدود ۶۰۰ھ)،مطبوعة:ضیاء القرآن، لاهور
(۷۵)المحیط البُرهانی للإمام برهان الدین أبی المعالی محمود بن أحمد بن عبد العزیز بن عمر البخاری الحنفی المعروف بابن مازة (ت۶۱۶ھ)،مطبوعة:دارالکتب العلمیة، بیروت،الطبعة الأولیٰ ۱٤۲٤ھ.۲۰۰٤
(۷۶)**ذخیرة الفتاوی(الذخیرة البرهانیة)** للإمام برهان الدّین أبِی المعالی محمود بن أحمد بن عبد العزیز بن عمر البخاری الحنفی المعروف بابن مازة(ت۶۱۶ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولیٰ ۱٤٤۰ھ-۲۰۱۹م
(۷۷)**تحفة الملُوك** للعلّامةزین الدّین محمّدبن أبوبکرالرّازی الحنفی (ت۶۶۷ھ) مطبوعة:دارالبشائر الإسلامیة،بیروت،الطبعة الأولیٰ۱٤۱۷ھ.۱۹۹۷م
(۷۸)**کتاب المجموع شرح المهذّب** للإمام محی الدین أبوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشّافعی (ت۶۷۶ھ)،مطبوعة:دار إحیاء التراث العربی،بیروت،الطبعة الأولیٰ۱٤۲۲ھ-۲۰۰۱م
(۷۹)**الاختیار لتعلیل المختار**للعلّامةعبدالله بن محمودالموصلی الحنفی (ت۶۸۳ھ)،مطبوعة:دار المعرفة، بیروت، الطبعة الثانیه۱٤۲۳ھ.۲۰۰۲م
(۸۰)**وِقایة الرّوایة** للعلّامه برهان الشریعه محمودبن صدرالشریعة الأوّل عبیدالله محبوبی حنفی (ت ۶۷۳ھ)،مطبوعة:مؤسّسة الورّاق، أردن، الطبعة۲۰۰۶م

(۸۱)**منیۃ المصلی** للعلّامة الشیخ محمّد بن محمد الکاشغری الحنفی (ت۷۰۵ھ)، مطبوعة: دار القلم، دمشق، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۸ھ. ۲۰۰۷م

(۸۲)**النقایة فی علم الهدایة** للعلّامة أبی البرکات عبدالله بن أحمد النسفی الحنفی (ت۷۱۰ھ)، مطبوعة: دار الإحسان، القاهرة، الطبعة الأولیٰ ۲۰۱۸ م

(۸۳)**الغایة شرح الهدایة** للعلّامة شمس الدین أبوالعباس أحمدبن إبراهیم السُروجی الحنفی (ت ۷۱۰ھ)، مطبوعة: مکتبة الإمام الذهبی، الطبعة الأولیٰ ۱۴۴۲ھ. ۲۰۲۱م

(۸۴)**کنز الدقائق** للشیخ الإمام أبی البرکات عبد الله بن أحمد بن محمود المعروف بحافظ الدین النسفی (ت۷۱۰ھ)، مطبوعة: دار البشائر الإسلامیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۳۲ھ. ۲۰۱۱م

(۸۵) **شرح أصُول الکرخی** لِلإمام أبی البرَکات عبد الله بن أحمد بن محمود المعروف بحافظ الدین النسفی (ت۷۱۰ھ)، مطبوعة: دار الریاحین، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۴۲ھ ۲۰۲۱م

(۸۶)**تبیین الحقائق** للإمام فخر الدین أبی محمد عثمان بن علی بن محجن بن یونس الزیلعی الحنفی (ت۷۴۳ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ. ۲۰۰۰م

(۸۷)**شرح الوقایة** للعلّامة عبیدالله بن مسعودالمحبوبی الحنفی (ت ۷۴۸ھ) مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۲۰۰۹م

(۸۸)**کتاب الکبائر** للعلّامة أبی عبدالله محمّدبن أحمدالذهبی (ت۷۴۸ھ)، مکتبة رحمانیة، لاهور

(۸۹)**غایة البیان نادرة الزّمان فی آخر الأوَان** للعلّامة قاضی قوام الدّین أمیرکاتب بن أمیرعمر إتقَانی الفارابی الحنفی (ت ۷۵۸ھ)، مطبوعة: دارالضّیاء، الکویت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۴۴ھ. ۲۰۲۳م

(۹۰)**نصب الرّایة** للعلّامة جمال الدین أبومحمدعبدالله بن یوسف الزیلعی الحنفی (ت ۷۶۲ھ) مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۲۲ھ. ۲۰۰۲م

(۹۱)**الکفَایة علی الهِدایة** للعلّامة جلال الدّین بن شمس الدّین الخوارزمی الحنفی (ت۷۶۷ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۴۱ھ- ۲۰۱۹م

(۹۲)**العنایة شرح الهدایة** للعلّامة أکمل الدین محمّدبن محمّد بابرتی الحنفی (ت۷۸۶ھ)، مطبوعة: دار الکُتب العلمیّة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۸ھ. ۲۰۰۷م

(۹۳)**الفتاوی التاتارخانیة** للإمام الفقیه عالم بن علاء الأندریتی الحنفی (ت۷۸٦ھ)، مطبوعة:مکتبة فاروقیة، کوئٹة

(۹٤)**حلبة المجلّ وبغیة المهتدی** للعلّامةشمس الدین محمّدبن محمّدابن أمیرالحاجّ الحنفی (ت۸۷۹ھ)،مطبوعة:دارالکتب العلمیة،بیروت،الطبعة:۱٤۳٦ھ. ۲۰۱۵م

(۹۵)**شرح العقائدالنسفیة**للإمام سعدالدین مسعودبن عمرالتفتازانی (ت۷۹۲ھ)،مطبوعة: قدیمی کتب خانة، کراتشی

(۹٦)**الجوهرة النیرة** للإمام أبی بکر بن علی الحنفی المعروف بالحدّادی العبادی (ت۸۰۰ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولی۱٤۲۷ھ. ۲۰۰٦م

(۹۷)**شرح مجمع البحرین(مبارق الأزهار فی شرح مشارق الأنوار)** للعلّامة عبد اللطیف بن عبد العزیز بن أمین الدّین الرُّومی الحنفی المعروف بابن ملك(ت۸۰۱ھ)،مخطوط مصوّر/ مطبوعة:دار الجیل، بیروت، الطبعة الأولی۱٤۱۵ھ-۱۹۹۵م

(۹۸)**الفتاوی البزّازیة علی هامش الهندیة** للشیخ الإمام حافظ الدین محمد بن محمد بن شهاب المعروف بابن البزّار الکَردری الحنفی(ت۸۲۷ھ)، مطبوعة: دارالمعرفة ، بیروت،الطبعة الثالثة۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳م

(۹۹)**جامع المضمرات فی شرح مختصر القدوری** للعلّامةیوسف بن عُمرکادوری الحنفی(ت ۸۳۲ھ)، مطبوعة:دارالکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولی۱٤۳۹ھ. ۲۰۱۸م

(۱۰۰)**البنایة شرح الهدایة**للعلّامةبدرالدین محمودبن أحمدالعینی الحنفی (ت۸۵۵ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیّة،بیروت،الطبعة الأولی ۱٤۲۰ھ .۲۰۰۰م

(۱۰۱)**رمز الحقائق شرح القدوری** للعلّامةبدرالدین محمودبن أحمدالعینی الحنفی(ت۸۵۵ھ)، مطبوعة: إدارة القرآن،کراتشی

(۱۰۲)**فتح القدیر** للعلّامة کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید بن مسعود السیواسی ثم السکندری المعروف بابن الهمام(ت۸٦۱ھ)، مطبوعة:دار إحیاء التراث العربی،بیروت

(۱۰۳)**لسان الحکّام فی معرفة الأحکام** للعلّامةأبی الولیدأحمدبن محمد ابن شحنةالحنفی(ت۸۸۲ھ) ، الناشر:البابی الحلبی،الطعبة الثانیة۱۳۹۳ھ. ۱۹۷۳م

(۱۰۴) **الدُّرر الحکام فی شرح غرر الأحکام** للعلّامة محمد بن فراموز بن علی الشھیر بمنلا خسرو شیخ الإسلام الرومی الحنفی(ت۸۸۵ھ)،مطبوعة:میر محمد کتب خانه،کراتشی.

(۱۰۵) **عقد العیون شرح مختصر القدوری** للعلّامة عبدالله بن حسین الحنفی (متوفی فی حدود ۹۰۰)، مطبوعة:دار الفتح،عمان،الطبعة الأولیٰ ۱٤٤۲ھ. ۲۰۲۱م

(۱۰٦) **مواھب الرحمٰن فی مذھب النُّعمان** للعلّامة برھان الدین إبراھیم بن موسیٰ الطُّرابلسی الحنفی (ت۹۲۲ ھ)،مطبوعة:کتاب ناشرون، بیروت،الطبعة الأولیٰ۱٤۳۹ھ. ۲۰۱۸م

(۱۰۷) **شرح النقایة/ شرح مختصر الوقایة** لعَبدالعلیّ محمّدبن الحسین البِرجندی الحنفی (ت۹۳۲ھ)، مطبوعة :مکتبة العجائب لزخر العلوم، کوئٹه)

(۱۰۸) **الإیضاح فی شرح الإصلاح** للعلّامةشمس الدین أحمدبن سلیمان ابن کمال باشا الحنفی (ت۹٤۰ھ)، مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولیٰ۱٤۲۸ھ. ۲۰۰۷م)

(۱۰۹) **جامع الرموز** للعلّامةشمس الدّین محمّدبن حسام الدین الخراسانی الحنفی(ت۹۵۰/ ۹٦۲ھ)، مطبوعة:أیج أیم سعید کمپنی،کراتشی)

(۱۱۰) **الإیثار للحلّ المختار** للعلّامةمحی الدّین محمّدبن إلیاس الشھیدجوی زاده الحنفی (ت۹۵٤ھ)،مطبوعة:مکتبة الإرشاد،اسطنبول،الطبعة الأولیٰ ۱٤۳۷ھ.۲۰۱٦م)

(۱۱۱) **غنیة المستملی فی شرح منیة المصلّی** للعلّامة إبراھیم بن محمد بن إبراھیم الحلبی الحنفی (ت۹۵٦ھ)، مطبوعة:مکتبۂ نُعمانیّة، کوئٹة)

(۱۱۲) **ملتقی الأبحر** للشیخ الإمام إبراھیم بن محمد الحلبی الحنفی (ت۹۵٦ھ)،مطبوعة:دارالسلام، الطبعة الأولیٰ۱٤٤۳ھ. ۲۰۲۲م)

(۱۱۳) **الأشباه والنظائر** للعلّامة الشیخ زین الدین بن إبراھیم بن محمّد بن بکر المعروف بابن نجیم المصری الحنفی (ت۹۷۰ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیّة،بیروت،الطبعة الأولیٰ۱٤۱۳ھ-۱۹۹۳م)

(۱۱٤) **البحر الرائق شرح کنز الدقائق** للعلّامة الشیخ زین الدین بن إبراھیم بن محمد بن بکر المعروف بابن نجیم المصری الحنفی(ت۹۷۰ھ)،مطبوعة:دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۱۸ھ. ۱۹۹۷م)

(۱۱۵)**الفتاویٰ الزینیۃ** للعلّامۃزین الدین بن إبراهیم ابن نجیم المصری الحنفی(ت۹۷۰ھ)،مطبوعۃ:دار کنوزاشبیلیا،الریاض،الطبعۃ الأولیٰ۱۴۳۲ھ۔ ۲۰۱۱م)
(۱۱۶)**تنویر الأبصار** للشیخ محمد بن عبد الله بن أحمد الغزی الحنفی التمرتاشی (ت۱۰۰۴ھ)مع شرحه الدر المختار،مطبوعۃ:دار الکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۳ھ۔۲۰۰۲م)
(۱۱۷)**ذخیرۃ الناظر فی الأشباہ والنظائر** للإمام نور الدین علی بن عبد الله الطوری المصری الحنفی(ت ۱۰۰۴ھ)،مطبوعۃ:دار ابن حزم،بیروت،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۴۰ھ۔۲۰۱۹م)
(۱۱۸)**شرح الکتاب الفقه الأکبر**للإمام علی بن سلطان قاری الحنفی (ت۱۰۱۴ھ)،مطبوعۃ:دار الکتب العلمیّۃ،بیروت)
(۱۱۹)**حاشیۃ الشلبی علی التبیین** للعلّامۃأحمدبن محمّد المصری الحنفی (ت۱۰۲۱ھ)،مطبوعۃ:دار الکُتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۰ھ-۲۰۰۰م)
(۱۲۰)**الفتاویٰ الإبراهیمیّۃ فی مسائل الحنفیۃ** للعلّامۃبرهان الدین إبراهیم بن حسن الحنفی (۱۰۴۸ھ)، مطبوعۃ:دار الضیاء،الکویت،الطبعۃ الأولیٰ۱۴۳۶ھ۔ ۲۰۱۵م)
(۱۲۱)**نُور الإیضاح** للعلّامۃ أبی الإخلاص حسن بن عمّار بن یوسف الوفائی المصری الشرنبلالی الحنفی(ت۱۰۶۹ھ)،مطبوعۃ:برکات المدینۃ،کراتشی)
(۱۲۲)**إمداد الفتّاح شرح نور الإیضاح** للعلّامۃحسن بن عمّارالشرنبلالی الحنفی(ت۱۰۶۹ھ)، مطبوعۃ:دار إحیاء التراث العربی،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۱م)
(۱۲۳)**غنیۃ ذوی الأحکام فی بغیۃ دُرر الحکّام** للعلّامۃأبوالإخلاص حسن بن عمّارالشرنبلالی الحنفی (ت۱۰۶۹ھ)،مطبوعۃ:میر محمد کتب خانه،کراتشی)
(۱۲۴)**حاشیۃعلی الدُرر الحکّام** للعلّامۃأبوالإخلاص حسن بن عمّارالشرنبلالی الحنفی(ت ۱۰۶۹ھ) ، مطبوعۃ:میرمحمدکتب خانۃ،کراتشی)
(۱۲۵)**مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر** للعلّامۃعبدالرحمن بن محمّدکلیوبی الحنفی(ت۱۰۷۸ھ)،مطبوعۃ:دار الکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸م)۔

(١٢٦) **الفتاویٰ الخیریۃ علی ھامش تنقیح الفتاوی الحامدیۃ** للعلّامۃ خیر الدین بن أحمد الأیوبی الرملی الحنفی (ت١٠٨١ھ)، مطبوعۃ: مکتبۃ حقانیۃ، پشاور)

(١٢٧) **الدُّرالمنتقیٰ فی شرح الملتقیٰ** للعلّامۃ علاؤالدّین محمّدبن علی الحصکفی الحنفی (ت١٠٨٨ھ)، مطبوعۃ: دارالکتب العلمیّۃ، بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ١٤١٩ھ. ١٩٩٨م)

(١٢٨) **الفتاویٰ الھندیّۃ** للعلّامۃ الھمام مولانا الشیخ نظام الدین الحنفی (ت١٠٩٢ھ) وجماعۃ من عُلماء الھند الأعلام، مطبوعۃ: دارالمعرفۃ، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ١٣٩٣ھ-١٩٧٣م)

(١٢٩) **غمزعُیون البصائر** للعلّامۃ أحمدبن محمّدالحموی الحنفی (ت١٠٩٨ھ)، مطبوعۃ: دارالکتب العلمیّۃ، بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ١٤٠٥ھ. ١٩٨٥م)

(١٣٠) **الفتاویٰ الأنقرویۃ** للعلّامۃ محمّدبن حسین الرومی الحنفی (ت١٠٩٨ھ)، مطبوعۃ: دار الإشاعۃ العربیۃ، کوئٹۃ)

(١٣١) **کمال الدّرایہ وجمع الرّوایۃ والدّرایۃ شرح ملتقی الأبحر** للعلّامۃ محمدبن علی إزمیری الحنفی (ت١١٦٥ھ)، مطبوعۃ: دار الکتب العلمیّۃ، بیروت، سنّ الطبعۃ ١٤٣٨ھ. ٢٠١٧م)

(١٣٢) **حاشیۃ أبوالشعود علی فتح المعین** للعلّامہ أبوالشعود محمّدبن علی بن علی بن حسن الشرنبلالی السیّدالشریف الحسینی المصری الحنفی (ت ١١٧٢ھ) مطبوعۃ: مکتبۃ العجائب لزاخر العلوم، کوئٹۃ)

(١٣٣) **مظھر الأنوار** لشیخ الإسلام مخدوم محمدھاشم ٹھٹوی الحنفی (ت١١٧٤ھ)، مطبوعۃ: دار التّعیمی، ملیر کراتشی، الطبعۃ الأولیٰ ١٤٢٩ھ-٢٠٠٨م)

(١٣٤) **الفتاویٰ الإقناعیّۃ** للعلّامۃ عبدالحمیدالحنفی (ت١٢٢٠ھ)، مطبوعۃ: مکتبۃ عمریۃ، کوئٹۃ)

(١٣٥) **التّحقیق الباھرفی شرح الأشباہ والنظائر** للعلّامۃ ھبۃ اللہ بن محمّدتاجی الحنفی (ت١٢٢٤ھ)، مطبوعۃ: مکتبۃ رشیدیۃ، کوئٹۃ)

(١٣٦) **فتاویٰ واحدی** للعلّامۃ عبدالواحدالسیوستانی الحنفی (ت١٢٢٤ھ)، مطبوعۃ: گیلانی الیکٹرک اسٹور، لاھور، ١٣٤٦ھ. ١٩٢٧م)

(١٣٧) **حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح** للإمام أحمد بن محمد بن إسماعیل الطحطاوی الحنفی (ت١٢٣١ھ)، مطبوعۃ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ١٤١٨ھ. ١٩٩٧م)

(۱۳۸)**حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار** للعلّامۃ أحمد بن محمّد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی (ت ۱۲۳۱ھ)، مطبوعۃ: دار الفقیہ، ۱۳۹۰ھ. ۱۹۷۰م)

(۱۳۹)**تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ (العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ)** للإمام الھمام الفقیہ العلّامۃ السید محمد أمین بن عمر عابدین الشامی الحنفی (ت ۱۲۵۲ھ)، مطبوعۃ: مکتبۃ حقانیۃ، بشاور، پاکستان)

(۱۴۰)**ردّ المحتار** للإمام الھمام الفقیہ العلّامۃ السید محمد أمین بن عمر عابدین الشامی الحنفی (ت ۱۲۵۲ھ)، مطبوعۃ: دار المعرفۃ، بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۰ھ. ۲۰۰۰م

(۱۴۱)**مِنحۃ الخالق علی البحر الرائق** للعلّامۃ السیّد محمّد أمین ابن عابدین الشامی الحنفی (ت ۱۲۵۲ھ)، مطبوعۃ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۱۸ھ ۱۹۹۷م

(۱۴۲)**تنقیح الفتاوی الحامدیۃ (العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ)** للإمام الھمام الفقیہ العلّامۃ السید محمد أمین بن عمر عابدین الشامی الحنفی (ت ۱۲۵۲ھ)، مطبوعۃ: مکتبۃ حقانیۃ، بشاور

(۱۴۳)**تحفۃ الطلّاب** للعلّامۃ أبی بکر محمّد بن عُمر الحنفی (ت ۱۲۷۰ھ)، مطبوعۃ: مکتبۃ التعاون الثقافی / الإحساء

(۱۴۴)**نظم الدُّرر فی سلک الدّرر** للسیّد محمود آفندی بن السیّد محمد أمین آفندی الحنفی (ت ۱۲۸۴ھ)، مطبوعۃ: دار ابن الأثیر، العراق، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۳۲ھ ۲۰۱۱م

(۱۴۵)**اللّباب فی شرح الکتاب** للعلّامۃ عبد الغنی الغنیمی المیدانی الحنفی (ت ۱۲۹۸ھ)، مطبوعۃ: دار البشائر الإسلامیۃ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۳۵ھ، ۲۰۱۴م

(۱۴۶)**تکمِلۃ ردّ المحتار** للعلّامۃ محمّد علاؤ الدین آفندی الحنفی (ت ۱۳۰۶ھ)، مطبوعۃ: دار المعرفۃ، بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۰ھ. ۲۰۰۰م

(۱۴۷)**کشف الحقائق شرح کنز الدقائق** للعلّامۃ عبد الحکیم الأفغانی الحنفی (ت ۱۳۲۶ھ)، مطبوعۃ: الطبعۃ الأدبیۃ، مصر، الطبعۃ الأولیٰ ۱۳۱۸ھ

(۱۴۸)**الموسُوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ**، مطبوعۃ: دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۱۹ھ. ۱۹۹۸م

(۱۴۹)**حِلیة النّاجی فی شرح الحلبی الصغیر** للعلّامة مصطفیٰ بن محمّد کوزل النقشبندی الحنفی،مطبوعة: المطبعة العثمانیة۱۳۰۶ھ

(۱۵۰)**الفتاویٰ الغِیاثیة** للفقیه الشیخ بن داؤدبن یوسف،مطبوعة:جان محمد بستی پبلشرز اینڈ کتب خانة، کوئٹة،باکستان

(۱۵۱)**فتاویٰ ابن الشلبی** للشیخ أحمدبن یوسف ابن الشلبی الحنفی،مطبوعة: دار الکتب العلمیة،بیروت، الطّبعة الأولیٰ۱۴۳۹ھ.۲۰۱۸م

مخطُوطات

(۱۵۲)**مجموع النّوازل** للإمام أبی اللّیث نصربن محمدالسمرقندی الحنفی (ت۳۷۳ھ)،مخطوط مصوّر

(۱۵۳)**خزانة الفتاویٰ** للعلّامةأحمدبن محمدبن أبی بکرالحنفی (ت۵۲۲ھ)، مخطوط مصوّر

(۱۵۴)**القُنیة المنیة** للعلّامةأبی الرّجاءنجم الدین مختاربن محمدالزاھدی الحنفی (ت۶۵۸ھ)،مخطوط مصوّر

(۱۵۵)**ضوءالسّراج فی الفرائض** للعلّامةأبی العُلاءمحمود بن أبی بکرکلاباذی البخاری الحنفی(ت ۷۰۰ھ)،مخطوط مصوّر

(۱۵۶)**الکافی** للشیخ الإمام أبی البَرکات عبد الله بن أحمد بن محمُود المعروف بحافظ الدین النّسفی(ت ۷۱۰ھ)، مخطوط مصوّر

(۱۵۷)**خِزانةُ المفتِین** للإمام حسین بن محمّدالحنفی (ت۷۴۶ھ)،مخطوط مصوّر)

(۱۵۸)**الدُّررمنظومة** للعلّامةأمیرکاتب بن أمیرعمرالأتقانی الحنفی (ت۷۵۸ھ)، مخطوط مصوّر

(۱۵۹)**دُرّالمهتدی وذُخرالمقتدی نظم بدایة المبتدی** للعلّامةسراج الدین ابو بکر بن علی بن موسیٰ الهاملی الحنفی(ت۷۶۹ھ)،مخطوط مصوّر

(۱۶۰)**السِراج الوهّاج** للإمام أبی بکر بن علی الحنفی المعروف بالحدّادی العبادی (ت۸۰۰ھ)،مخطوط مصوّر

(۱۶۱)**المنهاج شرح السراجیة** للعلّامةشهاب الدین أحمدبن محمودالسیواسی الحنفی(ت۸۰۳ھ)،مخطوط مصوّر

(١٦٢)**منظومة ابن الشحنة فی الفرائض** للعلّامة محبّ الدین أبی الولید محمّد بن محمّد ابن شحنة الحنفی (ت ٨١٥هـ)، مخطوط مصوّر

(١٦٣)**فتاویٰ العتابیة أو جوامع الفقه** لزین الدین فخر الأئمہ العلّامة أبی نصر أحمد بن محمّد بن عمر العتّابی البخاری الحنفی المتوفی ٨٥٢هـ، مخطوط مصوّر

(١٦٤)**نخبة الملوک فی تحریر تحفة الملوک** للعلّامة بدر الدین محمود بن أحمد العینی الحنفی (ت ٨٥٥هـ)، مخطوط مصوّر

(١٦٥)**شرح منظومة ابن الشحنة فی الفرائض** للعلّامة أبی الفضل محمّد بن محمّد بن محمّد ابن شحنة الصغیر الحنفی (ت ٨٩٠هـ)، مخطوط مصوّر

(١٦٦)**زاد الغریب الضائع مختصر البدائع** للعلّامة محمد ردینی الحنفی (ت ٩٢٥هـ)، مخطوط مصوّر

(١٦٧)**منح الغفّار شرح تنویر الأبصار** للعلّامة شمس الدین محمد بن عبد الله تُمرتاشی الحنفی (ت ١٠٠٤هـ)، مخطوط مصوّر

(١٦٨)فتاویٰ شیخ الإسلام ومفتی بلد الحرام للشیخ عبد الرحمن بن عیسیٰ مرشدی الماتریدی الحنفی (ت ١٠٣٧هـ)، مخطوط مصوّر

(١٦٩)**بیاضِ ہاشمی** لشیخ الإسلام مخدوم محمّد ہاشم ٹھٹوی الحنفی (ت ١١٧٤هـ)، مخطوط مصوّر

(١٧٠)**المهمّ الضروری شرح مختصر القدوری** للعلّامة عبد الرحیم آمدی الحنفی، مخطوط مصوّر

(١٧١)**تبصیر الأنوار وجامع الأسرار شرح تنویر الأبصار** للعلّامة محمد بن ابی بکر بروسی الحنفی، مخطوط مصوّر

(١٧٢)**جواهر الأخلاطی** للإمام برهان الدین إبراهیم بن أبی بکر بن محمد بن حسین الأخلاطی الحسینی الحنفی، مخطوط مصوّر

(١٧٣)**سُلّم الفلاح شرح نور الإیضاح** للعلّامه عثمان بن یعقوب بن حسین الکماخی ثم الاسلامبولی الحنفی، مخطوط مصوّر

(١٧٤)**فتاویٰ الخجندی** للعلّامة أبی عبد الله محمد بن علی الخجندی الحنفی، مخطوط مصوّر

اُردو فتاویٰ

(۱۷۵)**العطاء النبویة فی الفتاوی الرضویة** لإمام أهل السنة الحاج الحافظ القاری الشاه أحمد رضا خان الحنفی (ت۱۳۴۰ھ)، مطبوعه:رضافاؤنڈیشن ، لاهور، طبعة:۱۴۲۷ھ ۲۰۰۶م

(۱۷۶)**بہارِشریعت** لصدر الشریعة محمد أمجد علی الأعظمی الحنفی (ت۱۳۶۷ھ)،مطبوعة:مکتبة المدینة،کراتشی،سنّ الطباعة:۱۴۳۵ھ.۲۰۱۴م

(۱۷۷)**فتاویٰ أمجدیہ** لصدر الشریعة محمد أمجد علی الأعظمی الحنفی (ت۱۳۶۷ھ)، مطبوعة:مکتبة رضویة،کراتشی،سنّ الطباعة:۱۴۳۴ھ- ۲۰۱۳م

(۱۷۸)فتاویٰ نوریہ للمفتی محمد نور الله النعیمی الحنفی(ت۱۴۰۳ھ)، مطبوعة:شعبۂ تصنیف وتالیف دار العلوم حنفیة فریدیة بصیرپور،ضلع اوکاڑہ، طبعة:۱۴۲۰ھ ۱۹۹۹م-

(۱۷۹)وقارالفتاویٰ للمفتی الأعظم باکستان المفتی محمد وقار الدین الحنفی القادری (ت ۱۴۱۳ھ)، مطبوعه:بزم وقار الدین،کراتشی، طبعة:۱۴۱۹ھ- ۱۹۹۸م

(۱۸۰)**فتاویٰ فقیہ ملّت** للمفتی جلال الدین أحمدالأمجدی الحنفی (ت۱۴۲۲ھ)،مطبوعه: شبیر برادرز،لاهور،سنّ الطباعة:۲۰۰۵م

(۱۸۱)فتاوی فیض الرسول للمفتی جلال الدین أحمد الأمجدی الحنفی (ت۱۴۲۲ھ)، مطبوعة:شبیر برادرز، لاهور،سنّ الطباعة:۱۴۱۱ھ .۱۹۹۲م

دیگر کتُب

(۱۸۲)**الجواهرالمضیۃ فی طبقات الحنفیة** لمحی الدین أبی محمّدعبدالقادر بن محمّد القرشی الحنفی ۷۷۵ھ،مطبوعة:مؤسّسةالرسالة،بیروت،الطبعة الثانیة ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۳م-

(۱۸۳)**تاج التراجم** للشیخ قاسم بن قطلوبغا الحنفی(ت۸۷۹ھ)،مطبوعة:دار القلم،دمشق،الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۳ھ-۱۹۹۲م

(۱۸۴)**Papular Oxford Practical Dictionary**, Publishers: Orintal book Society, Lahore

(۱۸۵)**فیروز اللّغات** للحاج فیروزالدین،مطبوعة:فیروز سنز،کراتشی

(۱۸۶)المنجد للُوَیس معلوف

(۱۸۷)**مُعجم المؤلّفین** للعُمر رضا کحالہ

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ایک دلکش کاوش

شانِ الوہیت و تقدیسِ رسالت کا امین

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک و عنبر سے مہکا آہنگ

عشق و ادب کی حلاوتوں کا ماخذ

ترجمہ قرآن

کنز الایمان

از

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پشتو زبان میں دستیاب ہے